

## تواضع

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: تغفلون أفضل العبادۃ:

التواضع . ( کتاب الزہد لوکیع، رقم: ۲۱۳ وسندہ صحیح)

”عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: آپ لوگ افضل ترین عبادت ”تواضع“ سے غفلت برتتے ہو۔“  
عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارا زمانہ دیکھ لیتیں تو کیا کہتیں؟

مجاہد بن جبر کہتے ہیں:

المجتہد فیکم الیوم کاللاعب فیمن کان قبلکم .

( کتاب الزہد لوکیع، رقم: ۲۲۱)

”تمہارا مجتہد تم سے پہلے لوگوں میں کھیلنے والے آدمی کی مانند ہے۔“

مجاہد ہمیں دیکھتے تو کیا تبصرہ کرتے؟

## انقلاب کیا ہے؟

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾ [الأنبياء: ۱۰۵]

”اور ہم زبور میں نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔“

انقلاب کا یہ مطلب نہیں کہ فقط حکام کو مطعون اور قصور وار قرار دے کر اپنے متعلق اطمینان حاصل کر لیا جائے اور بغاوت یا سیاسی چال بازیوں کے ذریعے ملک میں انقلاب بپا کر لیا جائے۔ دوبارہ جو برسر اقتدار آتے ہیں وہ اپنے پیشروؤں سے بہتر نہیں ہوتے اس سے ملک کو سوائے بد امنی اور خلفشار کے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا اصل انقلاب ”تبدیلی حالت افراد“ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے آپ میں انقلاب لانے کی کوشش کریں۔ ہماری اخلاقی حالت نہایت ابتر ہو چکی ہے ہم نے کبھی کسی کا بھلا نہیں سوچا کسی کے لیے خیر خواہی کی تو ہم سے امید تک نہیں کی جاسکتی جو لوگ بڑی آسانی سے اپنی حکومتوں کا شکوہ کر لیتے ہیں مادی نقطہ نظر سے بے شک اس کی معقول وجوہ ہوں گی لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ پیش آمدہ مصیبت کے پیچھے کچھ روحانی اسباب بھی ہوا کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے ہم نے اپنا کردار کہاں تک سنوارا ہے۔ ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کیا ہم اس لائق ہیں کہ ہمیں صالح کہا جاسکے؟ ان حالات میں صالح حکومت کی خواہش کیا ہمارے حسب حال ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا:

((كما تكونوا يسلط عليكم .)) جیسے تم خود ہو گے ایسے ہی حکمران تمہارے اوپر مسلط کیے جائیں گے۔

علماء سوچیں وہ کیا کر رہے ہیں؟ کاروباری حضرات بھی غور کریں۔ انھوں نے آزادی کے بعد کیا لوٹ کھسوٹ مچائی ہے؟ سیاسی پارٹیاں بھی جو ہر وقت انقلاب کے لیے چشم براہ رہتی ہیں اپنے ماضی کے آئینے میں جھانک کر دیکھیں وہ اپنی تحریکوں میں کہاں تک صادق اور مخلص ہیں؟ جس کسی کو موقع ملا اس نے وقت سے ناجائز فائدہ اٹھانے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔

یقین جانیں! صحیح معنوں میں انقلاب اسی وقت آئے گا جب ہم خود کو بدل دیں گے۔ اس بگڑے ہوئے دور میں ایک صالح کے لیے گنجائش ہی نہیں کہ وہ آگے بڑھ کر قوم کی کمان سنبھال سکے۔ اگر ہمارا دل نیکی کی جانب راغب ہو، حیا ہمارا جزو ایمان بنے اور ہر مقام پر بالخصوص اپنے نمائندے منتخب کرتے وقت دیانت و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں تو پھر اچھی حکومت کی توقع بے جا نہیں ہے۔ تب اللہ کا یہ وعدہ پورا ہوتا ہے:

﴿إِنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾

خدا ہمیں نیکی کی توفیق دے، آمین۔

(مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ إِنِّي نَذَرْتُ لِلْإِسْلَامِ جُنَادِي وَكَأَنِّي قَدْ

سہیل دوست  
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

بانی  
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف

مسک احمد ریشکا داعی و ترجمان

# الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

16 جمادی الاولیٰ 1434ھ جمعہ المبارک 29 مایہ تا 04 اپریل 2013ء

شماره 13 جلد 64

## مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلعوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم

## مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

## مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی

## کمپوزنگ

- رضا اللہ ساجد

0333-4786507

0344-4656461

## جواہر پارے

## کلمہ طیبہ

تواضع

انقلاب کیا ہے؟

اداریہ

تفسیر سورہ یس..... (۶۶)

درس حدیث

علوم و معارف

اصلاح عقائد

اصلاح معاشرہ

تذکار سلف

تذکرہ علمائے اہل حدیث

تعلیم و تربیت

شعر و ادب

(مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ)

(حافظ احمد شاہر)

(مولانا ارشد الحق اثری)

(ابوبکر و عبدالحمید المری)

(بیوقوف محمود)

(حافظ حدود الرحمن)

(امام عبدینب)

(محمد شرف داوید)

(قاری محمد طیب بھٹی)

(قاری محمد حسن سلفی)

(شورش کاشمیری)

”التوحید“ عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ..... (۱)

قرآن مجید معجزہ کیسے؟

”الانجیل“ عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ..... (۱)

تحریریں والی بے کار چیزیں

امام ابواسحاق الفراء رحمہ اللہ محدث

شیخ الحدیث حافظ ابوالقاسم محمد بھٹی رحمہ اللہ

موبائل فون: آداب اور تقاضے

انتخاب

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور  
 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور  
 فون نمبر : 042-3735 4406  
 فیکس نمبر : 042-37229802  
 رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے  
 سالانہ : 500/- روپے  
 بیرونی ممالک سے : 200/- ریال  
 ڈالر امریکی : 60/-

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یار ڈپرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

## اقتدار کا ”ہما“

انتخابات کا میدان لگ چکا ہے۔ سیاسی جماعتیں منشور لانے اور بتانے شروع ہو چکی ہیں۔ سیاستدان دعوے کرنا، وعدے لینا اور وعدے دینا شروع ہو چکے ہیں۔ سب سے پہلے ن لیگ نے اپنا منشور پیش کیا جس میں لوڈ شیڈنگ کے خاتمے کا وقت متعین اور مزدور کی تنخواہ کا ہوائی تعین کر دیا گیا۔ جب کہ چند ہی دن بعد میاں صاحب نے لوڈ شیڈنگ کے وقت کی تعیین کو مشکل قرار دے کر منشور کی ایک شق کو غیر محدود کر دیا۔ اس کے بعد پی۔ پی۔ پی نے اپنے منشور کا اعلان کیا وہ دیکھ کر یہ خطرہ محسوس ہوا کہ جو حشر ان کے جہاندر و منشور..... روٹی، کپڑا اور مکان..... کا ہوا تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ سب ہی وعدوں کا حشر ویسے ہی ہو۔ پھر تحریک انصاف نے مینار پاکستان میں ایک بڑا سیاسی اکٹھا یا اجتماع کیا جس میں اس کے قائد نے حاضرین سے چھ وعدے کیے اور ان سے چار وعدے لیے۔ جلسہ ابھی یہاں تک ہی پہنچا تھا کہ باد صبر نے آ کر اس کے باقی پردے رکھ لیے۔ اگلے ہفتے جمعیت علمائے اسلام (ف) نے مینار پاکستان پر ایک سیاسی اجتماع کا اعلان کر رکھا ہے۔ ہر سیاستدان نئے نئے شعار..... لوگو..... کے ساتھ انتخابی معرکے میں اتر رہا ہے کچھ اتر چکے ہیں کچھ تیار بیٹھے ہیں حتیٰ کہ نامشرف دور حکومت کی یادگار جناب مشرف بھی ساحل سیاست پر لنگر انداز ہو چکے ہیں۔ ہر سیاسی پارٹی اور ہر سیاستدان بنیادی طور پر حریف کو شکست دینے اور خود فتح یاب ہونے کے چکر میں سرگرداں رہتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ عوام کو کالانعام سب ہی سمجھتے ہیں۔ پاکستانی عوام گزشتہ مہینے سیاست نہیں ملک بچاؤ کے سلوگن سے آشنا ہوئے تھے اب اسلام لاؤ اور ملک بچاؤ کا سلوگن سامنے آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر ہی کرے کہ اب تک ”نفاذ اسلام“ اور ”نظام مصطفیٰ“ کے نعرے بھی قوم بھگتا چکی اور ان کی حقیقت بھی جان چکی۔ اب دیکھیں کیا گزرتی ہے قطرے کے گہر ہونے تک یعنی نظریاتی مملکت سے معاشی اور رفاہی مملکت ہونے تک۔

جیسا کہ بارہا مرتبہ یہ لکھا جا چکا ہے کہ اسلام ایک ایسا مکمل نظام حیات ہے جس میں رفاہیت..... عوام کی خدمت..... بھی ہوتی ہے لیکن اس کا کنٹرول روم یا اس پر گرفت قانون الہی کی ہوتی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ ہماری راہنمائی اپنے رسول مکرم نبی ﷺ کی معرفت فرما چکا ہے۔ اسلامی نظام یا مسلمان حکومت اس دائرے سے باہر نہیں جاسکتی۔ اسلام کے دائرے سے آزاد حکومتیں اپنی حکومتوں کو مکمل رفاہی بنانے میں دلچسپی رکھتی ہیں کہ وہ ہر قیمت پر اپنے عوام کو ہر ممکن سہولت دے سکیں۔ جب کہ اسلام ہر قول و عمل کو اپنے دائرے میں رکھتا ہے۔

بہت سے غیر اسلامی ممالک اسلامی نظام کی سب اچھائیاں..... مثلاً: بچوں کے اخراجات، بوڑھوں کو اعزاز، بیماروں کو علاج اور گزارہ الاؤنس، بے روزگاروں کی کفالت، اور ان کی غمی و خوشی میں شرکت..... اپنے قانون میں سمو چکے ہیں اور اس سے مستفید بھی ہو رہے ہیں جب کہ ہم باوجود اس کے کہ ہم مطالعہ پاکستان کی کتب میں پاکستان کو ایک نظریاتی مملکت کہتے اور بچوں کو یہی پڑھاتے ہیں، تا حال اس سے بہت دور ہیں اور ہمارے حکمران اسلام کا نام لے کر یا اسلام کو آڑ بنا کر اقتدار کی راہداریوں میں داخل ہوتے، اور ”ہما“ کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ کسی زمانے میں ہمارے سیاستدان حصول اقتدار کے لیے اسلام کو وسیلہ بناتے..... جو دھیرے دھیرے ختم ہو چکا ہے..... اور جلسے جلوسوں میں اسلام، اسلام کی رٹ لگاتے تھے لیکن جب سے ”زمینی حقائق“ نے ہمارے سیاستدانوں کے ”دماغ روشن“ کیے ہیں تب سے یہ سیاستدان اسلام، اسلام دہرانے، اس کے نعرے لگانے اور اس کے وعدے کرنا چھوڑ چکے ہیں۔ ان حالات میں دو اہم سیاسی جماعتیں اپنا انتخابی منشور پیش کر چکی ہیں اور

تیسری..... بزم خود..... بڑی جماعت ایک بڑا جلسہ کر کے اپنی افرادی قوت کا مظاہرہ کر چکی ہے۔ ان تینوں جماعتوں کے منشور و اعلان میں ہم نے ابھی تک کہیں اسلام کا نام نہ دیکھا اور نہ ہی سنا، جب کہ اوّل الذکر کے بارے میں دینی ہونے کی خوش گمانی کے بعض غلط فہمیاتی روشنیاں بعض خوش فہم ذہنوں میں تھیں بلکہ شاید ابھی بھی ہوں۔ جب کہ آخر الذکر دونوں جماعتوں کے بارے میں ایسا حسن ظن شاید نہ ہو جس سے ہم جیسے لوگ اگر یہ سمجھ لیں کہ یہ سب سیاست حصول اقتدار ہی کی ہے تو وہ اس میں حق بجانب ہو سکتے ہیں۔ دوسرے ممالک کے سیاستدان عموماً اقتدار میں آ کر اپنے وطن کے وفادار اور عوام کے خدمت گزار ہوتے ہیں۔ مستثنیات ہمیشہ ہوتے ہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ ہمارے سیاستدان سیاست میں حصہ لیتے یا اقتدار کی تگ و دو کرتے ہی ذاتی مفادات کے لیے ہیں۔ ہدف اور مقصد سب کا ایک ہی ہوتا ہے بس الفاظ، نعرے اور ترکیبیں بدل لیتے ہیں۔ وطن عزیز کی تاریخ ان شاء اللہ ہماری تائید کرے گی۔

انتخابات کا بگل بجتے ہی سیاسی پرندوں نے بھی منڈیریں بدلنی شروع کر دی ہیں۔ دانا خاندان خدمت عوام یا نظریات کا جھانسا دے کر سب پارٹیوں میں اپنی موجودگی یا نمائندگی رکھتے ہیں جس کے لیے یہ بات ضروری سمجھی جاتی ہے کیونکہ اصل مقصد تو سیاست کی بالائی کھانا ہوتی ہے سیاست دانوں کی صلاحیت؟

ہم اتنے باخبر تو نہیں لیکن ایک موقر روزنامہ کے ایک محترم کالم نگار نے لکھا تھا کہ پڑوسی ملک بھارت میں نگران حکومت یا نگران وزیراعظم اور وزرائے اعلیٰ کا دلدرہی نہیں ہوتا۔ وہاں الیکشن کا اعلان ہوتے ہی تمام حکومتی اختیارات الیکشن کمیشن کو تفویض ہو جاتے ہیں اور ان کے الیکشن کمیشن کو ہر قسم کے اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں۔ ہماری وزارت قانون اگر اس پر غور کرے بلکہ اس پر علمی و آئینی تحقیق کر کے اپنے آئین میں کوئی ایسی تبدیلی، ترمیم یا اصلاح کر دے تو اس سے ملک و قوم کا بھلا بھی ہوگا اور چار دن کی چاندنی کی دور بھی ختم ہو سکتی ہے۔

دیگر ممالک کے بارے میں شنید یہ ہے کہ وہاں کی ہر سیاسی جماعت کا راز سیاست میں اترنے کے ساتھ اپنی ایک شید و..... جسے ہم تربیتی بھی کہہ سکتے ہیں..... کا بینہ تیار رکھتے ہیں اس کا بینہ میں جماعت کے جس رکن میں جو..... تعلیم، انتظام، فنائس وغیرہ..... کی صلاحیت ہوتی ہے اس کو علمائیکھنے اور عملی تجربے کا موقع دیا جاتا ہے تاکہ اقتدار میں آ کر وہ اپنے اپنے میدان کی باریکیوں سے واقف ہو جائیں اور اسے اسٹیبلشمنٹ کا مہون منت نہ ہونا پڑے اور اپوزیشن کی صورت میں حکومت پر گہری نظر رکھنے اور گرفت کرنے کی مکمل صلاحیت سے وہ بہرہ ور ہو جائیں۔ جب کہ وطن عزیز میں اس قسم کے تکلف یا تردد کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ کامیابی کی صورت میں امیدواران وزارت نفع بخش وزارت کی تلاش میں ہوتے ہیں اور پھر جو بھی وزارت مل جائے وہ بابوؤں..... اسٹیبلشمنٹ..... کے رحم و کرم پر ہوتے اور ”باہمی تعاون“ سے عرصہ وزارت ”حسب استطاعت تمتع“ کرتے ہوئے گزار دیتے ہیں۔

نگران وزیراعظم کا فیصلہ کرنے میں سیاستدانوں کی صلاحیت، قوت فیصلہ اور وطن و عوام کے لیے اخلاص (یا جو بھی نام دے لیں) کھل کر سامنے آ گیا۔ تین چار دن مشاورتی اجلاس ہوتے رہے لیکن سیاسی جماعتوں کے نمائندے کسی ایک نام پر متفق نہ ہو سکے۔ بالآخر الیکشن کمیشن نے عدلیہ ہی کے ایک ایسے محترم جج کے نام کا فیصلہ کر دیا جو اپنی سروس..... کی عمر..... پوری کر کے ایک گوشے میں خاموشی سے دن گزار رہے تھے۔

وزارت عظمیٰ ایک خالص انتظامی منصب ہے، جس کے لیے انتظامی صلاحیت و تجربہ ہی سب سے بڑی صلاحیت ہونی چاہیے تھی لیکن یہاں متنازعہ اور غیر متنازعہ کا گھن چکر چلتا رہا اور ایک ایسی محترم شخصیت کے کندھوں پر یہ ذمہ داری ڈال دی گئی جن کے عدالتی تجربے کا تو قوم کو علم ہے اور انتظامی تجربے سے قوم بے خبر ہے۔ جس سے ان کے اسٹیبلشمنٹ کے زیر دام رہنے کے خطرے کے امکانات کا بڑھ جانا بھی عین ممکن ہے۔ تاہم ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو انصاف و اخلاص کی توفیق دے اور دین اور وطن کے متعلق صحیح فیصلوں کی طرف راہنمائی کرے۔

## تفسیر سورہ یس

مولانا ارشاد الحق اثری

چھٹی سند:

ہے۔ الخصاص میں ذکر کرنا متقاضی ہے کہ یہ موضوع نہیں۔

(تتزیہ الشریعہ: ۳۳۸/۱)

ایک مرسل حدیث:

علامہ سیوطی نے حکیم ترمذی کی نوادر الاصول سے حضرت ذکوان سے نقل کیا ہے کہ سورج اور چاند کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کا سایہ نظر نہیں آتا تھا اور نہ ہی قضائے حاجت کے بعد اس کا کوئی اثر نظر آتا تھا۔ (الخصائص: ۱۷۷/۱، مناقب الصفاء، ص: ۴۳، قم: ۶۸)

مگر یہ روایت مرسل ہونے کے باوجود من گھڑت ہے۔ تعجب ہے کہ علامہ سیوطی الخصاص میں اس کے بارے میں خاموشی سے گزر گئے مگر مناقب الصفاء میں یہ کہہ کر اس کا بھانڈا پھوڑ دیا کہ اس میں عبدالرحمان بن قیس وضاع، کذاب ہے اس کا استاد عبدالملک بن عبداللہ بن الرائد کا بھی ترجمہ نہیں ملتا۔ عبدالرحمان بن قیس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بھی یہی فیصلہ ہے:

”متروک کذبہ ابو زرعة وغيره.“ (تقريب، ص:

(۲۰۸

”وہ متروک ہے امام ابو زرعة وغيرہ نے اس کو جھوٹا کہا ہے۔“ علامہ سیوطی نے اس کی مکمل سند بھی ذکر نہیں کی تا کہ معلوم ہو سکے کہ حکیم ترمذی اور عبدالرحمان بن قیس کے مابین راویوں کی کیا پوزیشن ہے۔ پھر یہ ان صحیح احادیث کے بھی معارض ہے جن میں رسول اللہ ﷺ کے سایہ کا ذکر ہے۔ جس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔ اسی ضروری تفصیل سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کے فضلات کو زمین کے نکل جانے کی کوئی روایت کذاب، متروک اور مجہول راویوں سے خالی نہیں۔ اسی طرح

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا میں نے چاہا کہ شاید اللہ تعالیٰ آپ کے پیٹ مبارک سے نکلنے والی چیز مجھے دکھا دے تو میں اسے کھالوں۔ میں نے دیکھا کہ زمین صاف سفید ہے۔ میں نے عرض کیا آپ نے وضو نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا:

”ہاں لیکن ہم انبیاء کے فضلات کے بارے میں زمین کو حکم

دیا گیا ہے کہ وہ انھیں چھپالے۔“ (تاریخ جرجان، ص: ۵۲۶)

علامہ سیوطی نے الخصاص (۱۸۷/۲) میں اسے خطیب بغدادی کی ”رواة مالک“ سے نقل کیا ہے۔ مگر یہ روایت سخت منکر ہے۔ علامہ ذہبی نے فرمایا ہے:

”اسحاق بن الصلت اتی عن مالک بخبر

منکر جدا والاسناد الیہ مظلم ذکرہ الخطیب

فی کتاب من روی عن مالک.“

(میزان: ۱۹۲/۱، لسان: ۳۶۵/۱)

”اسحاق بن صلت امام مالک سے ایک نہایت منکر روایت

ذکر کرتا ہے جس کی سند اس تک مظلم ہے۔ اسے خطیب نے

اپنی کتاب ”من روی عن مالک“ میں بیان کیا ہے۔“

بلکہ خود علامہ سیوطی نے ذیل اللآلی (ص: ۱۰، ۵۱) میں یہی روایت ذکر کی ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا یہ کلام نقل کر کے اس کا موضوع ہونا بیان کر دیا ہے۔ علامہ ابن عراقی نے کہا ہے کہ علامہ سیوطی اس میں تناقض کا شکار ہوئے ہیں۔ الخصاص میں تو انھوں نے کہا ہے کہ میں موضوعات سے گریز کروں گا مگر ذیل الموضوعات میں ذکر کیا





مطالبہ سند کا کیوں نہ کیا گیا اسی جلسہ میں حقیقت کھل جاتی۔“  
اس کے بعد پھر استفسار ہوا کہ یہ روایات ضعیف ہیں اور ان کی  
کوئی سند نہیں مگر نشر الطیب میں یہ روایت بقول حضرت عائشہ صدیقہ  
رضی اللہ عنہا بیان کی گئی ہے۔ جواب جلد عطا فرمائیے۔ جس کے جواب میں  
حضرت تھانوی نے لکھا:

ضعیف بلا سند نہیں ہوتی بلکہ بسند ضعیف ہوتی ہے جو عقائد میں  
حجت نہیں فضائل میں کھپ جاتی ہے۔ میں نے تحریر سابق میں یہی لکھا  
ہے کہ سند صحیح نہیں تو دونوں تحریروں میں تضاد نہیں کیونکہ ضعیف کی نفی  
نہیں کی اور اس ضعیف سند ہی سے ایسی کتابوں کو غیر معتبر بتلایا تھا  
کیونکہ معتبر صحیح کو کہتے ہیں ضعیف کو نہیں کہتے۔ باقی یہ بات کہ پھر کتاب  
میں کیوں لکھا سو کتاب تو فضائل میں ہے عقائد واحکام میں نہیں اگر  
شاذ و نادر ایسی بھی کوئی روایت لکھی جائے کھپت ہو جاتی ہے بخلاف  
وعظ کے کہ وہ عقائد واحکام کی تعلیم کے لیے ہوتا ہے اس میں ایسے  
مضامین نہیں کھپتے۔ دوسرے وعظ سننے والے اکثر کم فہم ہوتے ہیں اور  
کتاب پڑھنے والے اکثر فہم۔

اضافہ: بعد تحریر جواب ہذا شرح الشفاء ملا علی قاری میں یہ بحث نظر  
سے گزری انھوں نے فضل نظامت جسم نبوی میں اس پر بہت مبسوط لکھا  
ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بعض روایات کا تو ثبوت مقدوح ہے اور  
بعض کی دلالت اور بعض روایات میں شاربین کا یہ قول مذکور ہے۔  
شریبتہ وانا لا اعلم اور ایک روایت میں حضور ﷺ کا اس کے  
متعلق نبی فرمانا مذکور ہے اور وہ یہ ہے:

”روی ابن عبد البر ان سالم بن ابی الحجاج  
حجمہ ﷺ ثم ازدردی اب تلغ فقال اما  
علمت ان الدم كله حرام وفي رواية لا تعد  
فان الدم كله حرام .

پس مسئلہ بالکل منقطع ہو گیا کہ طہارت کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔“

(بوادر النواذر، ص: ۲۹۲، ۲۹۳، ط: ادارہ اسلامیات لاہور)

(باقی صفحہ نمبر ۸ پر ملاحظہ کیجیے)

آپ ﷺ کے بول کے حوالے سے مروی روایات بھی کذاب اور  
متروک راویوں کی کارستانی ہے۔ رہا آپ ﷺ کا دم مبارک، تو ہم  
عرض کر آئے ہیں کہ اگر اس بارے میں روایت کو قابل اعتبار تسلیم کیا  
جائے تو اس سے فضائل کے پاک ہونے پر استدلال ہی درست  
نہیں کیونکہ انسانی اعضاء جس طرح پاک ہیں اسی طرح انسان کا خون  
بھی پاک ہے نجس نہیں۔ انسان کے جسم سے جو چیز سبیلین سے نکلتی  
ہے وہ ناپاک ہے۔ منی بھی ناپاک ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اسے نجس  
و ناپاک ہی سمجھتے ہیں۔ ان کا استدلال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث  
سے ہے کہ میں آپ ﷺ کے کپڑوں پر لگی منی کو پانی سے صاف کرتی  
تھی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ بول و براز کو پانی سے یا ڈھیلوں سے  
صاف کرتے تھے۔ نہ آپ ﷺ نے اپنے موئے مبارک کی طرح  
اپنے بول کو صحابہ میں تقسیم کیا، نہ صحابہ کرام نے اس کی تمنا و آرزو کی اس  
لیے آپ ﷺ کے بول کو پاک و طاهر قرار دینا درست نہیں۔ یہی امام  
بخاری کا اور بعض دیگر اہل علم کا موقف ہے اور ائمہ اربعہ سے بھی نصاً  
ان کی طہارت کا قول محل نظر ہے۔

مولانا تھانوی کا فتویٰ:

اسی مسئلے کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی سے پوچھا گیا  
کہ ایک واعظ نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا بول بوراز پاک ہوتا ہے، اور  
ان کے بول و براز کو زمین ہضم کر جاتی ہے۔ مولانا تھانوی نے اس  
کے جواب میں فرمایا:

”خواہ مخواہ انھوں نے ایسی باتیں بیان کر کے مسلمانوں کو  
پریشان کیا جو عقائد ضروریہ میں سے ہیں نہ احکام میں سے۔  
بیان کرنے کی چیز عقائد واحکام ہیں نہ کہ ایسی روایات جن  
پر دوسری اقوام بھی ہنسیں۔ ایسی روایات بعض معتبر کتابوں  
میں آئی ہیں جن کی نہ تصدیق واجب ہے کیونکہ سند صحیح نہیں  
اور نہ تکذیب واجب ہے اس لیے کہ فی نفسہ ممکن ہیں اس  
لیے ایسے صورتیں مشغول ہی نہ ہونا چاہیے نہ تصدیقاً نہ تکذیباً  
اور ایسے واعظوں کا وعظ ہی کیوں سنا جاتا ہے اور ان سے

## کتاب الایمان

درس  
حدیث

۶

ابوحزہ عبدالحمید المری

ابوحزہ عبدالحمید المری رضی اللہ عنہ نے کتاب الایمان لابن ابی شیبہ کا ترجمہ کرنے کی سعادت پائی ہے۔ بطور درس حدیث اس ترجمہ کو ہم ”کتاب الایمان“ کے نام سے شروع کر رہے ہیں۔ امید ہے قارئین اس سے مستفید ہوں گے، ان شاء اللہ۔ (ادارہ)

چوٹی پر۔ اور ہر اُس الایمان (یعنی معاملے کی ابتدا) پر اس سے مراد اسلام ہے۔ جو شخص مسلمان ہو گیا تو وہ بچ گیا اور (عمودہ) اس کا ستون اس سے مراد نماز ہے۔ اور رہا (ذوۃ سنامہ) اس سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے (یعنی اللہ کی راہ میں لڑائی کرنا)۔“

۲۔ عن معاذ قال: ((خرجنا مع رسول الله ﷺ في غزوة تبوك)) ثم ذكر نحوه .  
”معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ ہم نکلے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں پھر راوی نے اسی طرح آگے ذکر کیا۔“  
۳۔ عن علي قال: قال رسول الله ﷺ: ((أربع لن يجد رجل طعم الإيمان حتى يؤمن بهن: لا إله إلا الله وحده، وأني رسول الله بعثني بالحق، وبأنه ميت ثم مبعوث من بعد الموت، ويؤمن بالقدر كله .))

”علی بن ابی طالب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں ہیں کہ ہرگز نہیں پائے گا کوئی بھی آدمی ایمان کا ذائقہ یہاں تک کہ ان چار چیزوں کے ساتھ ایمان لائے: (۱) وہ لا الہ الا اللہ وحدہ الح کا اقرار کرے۔ (۲) اور اس بات کی گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں جس نے مجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ (۳) اور اس بات کی گواہی دے کہ میں مرنے والا اور مرنے کے بعد اٹھایا جانے والا ہوں۔

۱۔ عن معاذ بن جبل قال: ((أقبلنا مع رسول الله ﷺ من غزوة تبوك، فلما رأيته خاليا قلت: يا رسول الله أخبرني بعمل يدخلني الجنة قال: ((بخ لقد سألت عن عظيم، وهو يسير على من يسره الله، تقيم الصلاة المكتوبة، وتؤدي الزكاة المفروضة، وتلقى الله لا تشرك به شيئا، أولا أدلك على رأس الأمر وعموده وذروة سنامه؟ وأما رأس الأمر فالإسلام، من أسلم سلم، وأما عموده فالصلاة، وأما ذروة سنامه فالجهاد في سبيل الله .)) (صححه الالباني بشواهده)  
”معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک سے واپس آئے۔ پس جب میں نے دیکھا تو وہ خالی تھا میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے ایسے عمل کے بارے میں خبر دیجیے جو مجھ کو جنت میں داخل کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا: واہ واہ تحقیق تو نے بہت بڑے کام کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اور وہ آسان ہو، اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ آسان کر دے۔ آپ ﷺ نے کہا کہ تو فرض نماز قائم (ادا) کر اور فرض زکاۃ ادا کر اور تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کر کہ تو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے۔ کیا میں تیری راہنمائی نہ کروں اس معاملے کی ابتدا پر اور اس کے ستون پر اور اس کے کوہان کی



(۴) اور وہ ایمان لائے ہر قسم کی تقدیر کے ساتھ۔

۴۔ عن ابن عباس قال: ((جاء أعرابي إلى النبي ﷺ فقال: السلام عليك يا غلام بني عبد المطلب! فقال: وعليك: قال: إني رجل من أحوالك من بني سعد بن بكر، وأنا رسول قومي إليك ووافدهم، وأنا سائلك فمشيد مسئلتني إياك، ومناشدك فمشيد مناشدتي إياك. قال: خذ عليك يا أبا بني سعد، قال: من خلقك ومن هو خالق من قبلك ومن هو خالق من بعدك؟ قال: ((الله)) قال فنشدتك بالله أهو أرسلك؟ قال: ((نعم)) قال: من خلق السماوات السبع والارضين السبع، وأجرى بينهما الرزق؟ قال: ((الله)). قال: فأنشدتك بالله أهو أرسلك؟ قال: ((نعم)). قال: فإنا وجدنا في كتابك، وأمرتنا رسولك أن نصلي في اليوم واللييلة خمس صلوات لمواقيتها، فنشدتك بالله أهو أمرك؟ قال: ((نعم)) قال: فإنا وجدنا في كتابك وأمرتنا رسولك أن نأخذ من حواشي أموالنا فنفرد على فقرائنا، فنشدتك بالله أهو أمرك؟ قال: ((نعم)) قال: ثم قال: أما الخامسة فلسنت بسائلك عنها، ولا إرب لي فيها، قال: ثم قال: أما والذي بعثك بالحق لأعملن بها ومن أطاعني من قومي، ثم رجع، فضحك رسول الله ﷺ حتى بدت نواجذه، وقال: ((والذي نفسي بيده لئن صدق ليدخلن الجنة)).

”عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک

دیہاتی آیا تو اس نے کہا السلام علیک اے بنو عبد المطلب کے بیٹے تو رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کو سلام کا جواب دیا اس دیہاتی آدمی نے کہا بے شک میں تیرے ماموؤں بنو سعد بن بکر کے آدمیوں میں سے ہوں اور میں اپنی قوم کی طرف سے آپ کے پاس قاصد بن کر آیا ہوں اور ان کا میرا کارواں ہوں۔ اور میں سوال کرنے والا ہوں آپ سے پس میرے مسئلے کی بنیاد آپ کے ساتھ ہی خاص ہے اور میں واسطہ دیتا ہوں آپ کو۔ پس میرے واسطے کی بنیاد آپ کے ساتھ ہی خاص ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: لازم کر لے اپنے اوپر اے بنو سعد کے بھائی دیہاتی نے فرمایا تجھ کو کس نے پیدا کیا ہے اور کون ہے وہ جو تجھ سے پہلے لوگوں کو پیدا کرنے والا ہے اور کون ہے وہ جو تیرے بعد والے لوگوں کو پیدا کرنے والا ہے رسول اللہ ﷺ نے کہا: اللہ تعالیٰ ہے۔ دیہاتی نے کہا: میں واسطہ دیتا ہوں آپ کو اللہ تعالیٰ کا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے رسول اللہ ﷺ نے کہا جی ہاں۔ دیہاتی نے کہا: کس نے پیدا کیا سات آسمانوں اور سات زمینوں کو اور پھیلا یا ان دونوں کے درمیان رزق کو؟ آپ ﷺ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے۔ دیہاتی نے کہا: میں واسطہ دیتا ہوں آپ کو اللہ تعالیٰ کا کیا اس نے آپ کو رسول بنایا ہے؟ آپ ﷺ نے کہا جی ہاں۔ اس دیہاتی نے کہا: بے شک ہم نے آپ کی کتاب میں پایا ہے اور ہمیں آپ کے قاصد نے حکم دیا ہے کہ ہم دن اور رات میں پانچ نمازیں ان کے اوقات کے اندر ادا کریں۔ ہم آپ کو اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کیا اس نے آپ کو حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے کہا جی ہاں۔ دیہاتی نے کہا بے شک ہم نے آپ کی کتاب میں پایا ہے اور ہمیں آپ کے قاصد نے حکم دیا ہے کہ ہم اپنے مال کا کچھ حصہ لیں اور اسے اپنے فقیروں پر لوٹا دیں۔ ہم واسطہ دیتے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ کا کیا اس نے آپ کو حکم دیا

## توحید خالص سیمینار

پانچواں  
سالانہ

بروز  
اتوار سے پہر  
سازھے تین بجے

مقام  
پریس کلب  
شملہ پیازی، لاہور

7 اپریل  
2013ء

مقررین

- میاں محمد جمیل
- سید ضیاء اللہ شاہ بخاری
- حافظ ابتسام الہی ظہیر
- حافظ عبدالغفار روپڑی
- پروفیسر ظفر اقبال
- حافظ محمد طیب

مَنْبِیَا تحریک دعوت توحید، پاکستان

ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے کہا: جی ہاں۔ عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر اس دیہاتی نے کہا: رہی پانچویں چیز اس کے بارے میں میں آپ سے سوال کرنے والا نہیں اور نہ ہی میرے لیے اس میں کوئی حاجت ہے۔ عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر اس دیہاتی نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ضرور ضرور میں ان پر عمل کروں گا۔ اور جس نے میری اطاعت کی میری قوم میں سے (وہ بھی عمل کرے گا) پھر وہ دیہاتی آدمی لوٹ گیا۔ آپ ﷺ مسکرا پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر اس آدمی نے سچ کہا تو وہ ضرور ضرور جنت میں داخل ہوگا۔“

## بقیہ: تفسیر سورہ یس

مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے جو کچھ تحریر فرمایا قارئین اس پر غور فرمائیں۔ بالآخر انھوں نے واضح فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے فضیلت کی ”طہارت کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔“ یہی کچھ سابقہ صفحات میں ہم عرض کر آئے ہیں۔

البتہ یہاں اس بات کی طرف توجہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اوپر دونوں عبارتوں پر جو خط ہم نے کھینچا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی عبارت میں ”بعض معتبر کتابوں“ کی بجائے ”بعض غیر معتبر کتابوں“ ہونا چاہیے کیونکہ دوسری عبارت میں انھیں ”غیر معتبر“ لکھا گیا ہے۔ سائل نے نشر الطیب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس روایت کا اشارہ کیا ہے وہ بول و براز کو زمین کے ہضم کرنے کے بارے میں ہے، خون کے بارے میں نہیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت کذاب اور متروک راوی سے مروی ہے جیسا کہ پہلے ہم ذکر کر آئے ہیں۔ یہ بات بھی عجیب ہے کہ وعظ میں بیان کی گئی ایسی روایات کون کر ”دوسری اقوام بھی نہیں“ گی۔ تو کیا سیرت کی کتاب میں پڑھ کر کوئی نہیں اڑائے گا؟ آخر وعظ بھی تو سیرت کی کتابیں پڑھ کر ہی وعظ فرمائے گا بالخصوص جب وہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی نشر الطیب میں انھیں دیکھ لے گا۔ اگر ”ایسے واعظوں کا وعظ“ نہیں سننا چاہیے تو جس کتاب میں یہ روایات درج ہوں ان کو پڑھنا کیا ضروری ہے؟

علامہ ابن عبد البر کا کلام اسی طرح شرح ثنائی (۳۶۱/۱) مع نسیم الریاض میں ہے۔ مگر الاستیعاب (۱۳۷/۲) میں یہ ”سالم رجل من الصحابہ“ کے ترجمہ میں مختصر ہے۔ اس روایت کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس فتویٰ سے بھی عیاں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فضیلت کی طہارت کا موقف ”دعویٰ بلا دلیل ہے۔“ کسی قابل اعتبار روایت سے طہارت ثابت نہیں ہوتی۔

## قرآن مجید معجزہ کیسے؟

یعقوب محمود، لاہور

لغوی تعریف:

اس کا مادہ ”ع، ج، ز“ ہے جس کا معنی ”عاجز کرنا“ ہے۔ لفظ ”قدرت“ اس کا متضاد ہے۔ قرآن مجید میں اس مادے سے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُورِثُ سُوءَ عَذَابِهِ قَالِ يُوَيْلَتُنِي أَعْجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِثِي سُوءَ عَذَابِهِ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ﴾ [المائدة: ۳۱]

”پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اُسے دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے، یہ دیکھ کر وہ بولا: افسوس مجھ پر! میں اس کو جیسا بھی نہ ہوں کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا، اس کے بعد وہ اپنے کیے پر بہت پچھتا یا۔“  
قرآن پاک میں معجزہ کے لیے آیت، سلطان اور برہان کے الفاظ آئے ہیں نہ کہ معجزہ۔

اصطلاحی تعریف:

اس کی اصطلاحی تعریف علامہ جرجانی نے یہ کی ہے:  
”أمر خارق للعادة، داعية إلى الخير والسعادة، مقرونة بدعوى النبوة، قصد به إظهار صدق من ادعى أنه رسول من الله.“  
(التعريفات، ص: ۶)

”معمول سے ہٹ کر ہونے والا ایسا معاملہ جو خیر و سعادت کا سبب ہو اور جس کے ہاتھ سے ظہور پذیر ہو وہ نبوت کا

دعوے دار ہو اور اس سے اس رسالت کے دعوے دار کی

صدائیت کا اظہار مقصود ہو۔“

خرق عادت کسے کہتے ہیں؟

✽ نظام کائنات، مثلاً: پہاڑ، درخت، بارش کا برسانا، انسان کی نطفہ سے پیدائش وغیرہ سب اپنے معمول پر ہیں مگر پھر بھی رب تعالیٰ کا معجزہ کہلاتے ہیں کیونکہ ایسے کام اس ذات بابرکات کے علاوہ کوئی نہیں چلا سکتا۔ گویا اللہ کی ذات کے علاوہ سے ان کا ظہور ناممکن ہے اور وہ اس سے عاجز ہیں، اس لیے یہ بھی معجزہ ہیں۔

✽ یہ معجزہ نیکی و سعادت کا سبب بنے کیونکہ معجزہ دکھلانے کی حکمت یہی ہوتی ہے کہ وہ نیکی کا سبب ہو، یعنی اگر انسان کائنات میں بکھرے ہوئے عمومی معجزات کو دیکھ کر نصیحت حاصل نہیں کر رہا تو اس کو دیکھ کر ہی مان لے جو اس کی سمجھ کے مطابق خرق عادت ہے۔ یہی اس کی سعادت و نیک بختی ہوگی۔ اسی طرح جب نیکی و سعادت کی شرط لگائی تو اس سے جادوگر وغیرہ نکل گئے کیونکہ ان کے پیش نظر یہ مقصد نہیں ہوتا۔

✽ ”مقرونة بدعوى النبوة“: یعنی معجزات کا اظہار نبوت کی تصدیق کی غرض سے ہوتا ہے۔

معجزہ اور جادو میں فرق:

- ۱: جادو سے اشیاء کی حقیقت نہیں بدلتی آنکھیں فریب کھاتی ہیں۔ جب کہ معجزہ اس کے برخلاف ہے۔
- ۲: جادو کا توڑ ممکن ہے معجزے کا نہیں۔
- ۳: جس مقصود کے لیے معجزہ طلب کیا جائے اس سے انحراف پر عذاب آ جاتا ہے۔

دنیا میں موجود ہر چیز ہر دو میں سے ایک قسم کے ساتھ تعلق رکھتی ہے: (۱) مصنوعی۔ (۲) قدرتی۔

ہر مصنوعی چیز کا کارخانہ ہوتا ہے اور قدرتی چیز کا کارخانہ نہیں ہوتا۔ اسی تناظر میں قرآن مجید کو دیکھنا چاہیے کہ اگر یہ خود ساختہ ہے تو مخالفین بھی ایسا کلام پیش کر کے دکھا دیں یا اس کارخانے سے رابطہ قائم کریں جہاں اسے تیار کیا گیا ہے اور پھر اس کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اس جیسی کتاب لکھوالائیں۔

﴿فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ﴾ میں لفظ ”سورۃ“ پر تنوین ہے، عربی گرامر میں اس کا ایک مفہوم تنکیر والا ہوتا ہے، یعنی کسی بھی سورت جیسی سورت لے آؤ۔ سورت الکواثر کی صرف تین آیات ہیں اور یہ سورت بھی اسی چیلنج میں شامل ہے۔

کیا آیت معجزہ ہے؟

یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ سورت کا چیلنج کیا گیا ہے، آیت کا چیلنج نہیں کیا گیا تو کیا آیت بنائی جاسکتی ہے؟ اس کا جواب یوں ہے کہ آیت بنالانے کا چیلنج نہ دینے میں یہ حکمت کارفرما ہے کہ کوئی حروف تہجی میں سے کوئی بھی حرف پیش کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ قرآن کی ان آیات کی طرح آیت ہے جو حروف دو قطعات پر مشتمل ہیں، مثلاً: اَلَمْ، حَمَّ، ن، ق وغیرہ۔

اور اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ آیت میں ایک مکمل مضمون بیان نہیں ہوتا، لہذا مکمل مضمون معجزہ نہیں بن سکتا۔

معجزہ کی اقسام:

معجزہ کی دو اقسام ہیں: (۱) حسی۔ (۲) معنوی۔

حسی معجزہ کی مثال موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اڑدھا بن جانا ہے۔ اور معنوی معجزہ کی مثال قرآن مجید ہے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ پہلے کے معجزے وقوع پذیر ہوئے اور دیکھنے والوں کے مشاہدہ سے سفر کر کے بعد میں محض سماع تک محدود ہو گئے۔

کیا تورات، زبور اور انجیل (غیر محرف شدہ) بھی معجزہ تھیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ یہ معجزہ تھیں یا نہیں؟

۴: جادو کی تعلیم و تعلم ممکن ہے معجزہ کی نہیں۔

۵: جادوگر کفر کا مرتکب ہوتا ہے، معجزہ نبی کو عطا ہوتا ہے۔

۶: مقابلہ کے وقت غلبہ معجزہ کو ملتا ہے جادو مغلوب ہوتا ہے۔

قرآن مجید معجزہ ہے:

قرآن مجید ایک معجزہ ہے، اس جیسا کلام پیش کرنے سے ہر کوئی قاصر ہے، چنانچہ اس بات کا اظہار قرآن نے خود چیلنج دیتے ہوئے کیا:

﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرِيهِ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرِيَتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ [ہود: ۱۳]

”کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ کتاب خود گھڑ لی ہے؟ کہو: اچھا یہ بات ہے تو اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں تم بھی بنالو اور اللہ کے سوا اور جو جو (تمہارے معبود) ہیں ان کو مدد کے لیے بلا سکتے ہو تو بلا لو اگر تم (انہیں معبود سمجھتے میں) سچے ہو۔“

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ [البقرة: ۲۳]

”اور اگر تمہیں اس میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کی مانند ایک ہی سورت بنالو، اپنے سارے ہم نواؤں کو بلا لو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو مدد لے لو، اگر تم سچے ہو۔“

جس دور میں جس فن کو عروج و ترقی حاصل ہوا، انبیاء کو اسی فن جیسا معجزہ عطا کیا جاتا ہے، مثلاً: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادو کا دور دورہ تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت میں خوابوں کی تعبیر۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں طب کو عروج تھا اور نبی کائنات ﷺ کے زمانے میں فصاحت و بلاغت کا زور تھا اور شعراء اپنے قبیلے و خاندان کے لیے فخر کا باعث تھے۔ سو اسی پس منظر میں کلام الہی قرآن مجید نے دوسروں کو غمی کہنے والوں کا ناطقہ بند کر دیا۔

جن علماء کا خیال ہے کہ یہ معجزہ نہ تھیں، ان کے دلائل یہ ہیں:

۱: فصاحت و بلاغت۔

۲: الفاظ معنی۔

۳: چیلنج نہیں دیا۔

راج قول: ..... یہ ہے کہ یہ بھی معجزہ تھیں۔ کیوں؟ کیونکہ وہ کلام الہی ہے اور کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور صفت میں شراکت ممکن نہیں گویا یہ بھی معجزہ ہی ہے۔ اور باقی رہا کہ چیلنج کیوں نہیں دیا گیا تو معجزہ کے لیے چیلنج کا ہونا ضروری نہیں۔

قرآن مجید اور دیگر معجزات میں کیا فرق ہے؟

دیگر معجزات اور قرآن مجید میں فرق یہ ہے کہ وہ سننے سنانے کے لیے باقی رہ جاتے ہیں۔ جب کہ قرآن مجید موجود ہے موجود رہے گا۔ دیگر معجزات سے محض تصدیق نبی کا فائدہ حاصل ہوتا ہے مگر قرآن مجید بیک وقت تصدیق نبی کا فائدہ بھی دیتا ہے اور قانون ہدایت بھی ہے۔

کیا قرآن مجید بدیہی معجزہ ہے یا نظری؟

قاضی نے کہا: ”نبی کریم ﷺ کو اس کے معجزہ ہونے کا علم ہونا بدیہی ہے۔ جب کہ عجمی آدمی اس کا معجزہ ہونا استدلال سے معلوم کر سکتا ہے۔

قرآن مجید کی وجوہ اعجاز کا حصر ممکن ہے یا نہیں؟

قرآن مجید کی وجوہ اعجاز کا حصر ممکن نہیں۔ علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی وجوہ میں اضافہ ہونا عین ممکن ہے۔ سائنس کی ترقی نے اس بات کی تائید کی ہے۔

قرآن مجید کی خصوصیات اور اعجاز میں فرق ہے؟

قرآن مجید کی جوہ اعجاز اور خصوصیات میں فرق ہے۔ عموماً اس کی خصوصیات کو وجوہ اعجاز سمجھ لیا جاتا ہے جو کہ درست نہیں۔ اس کی خصوصیات کی مثالیں یہ ہیں:

✽ قرآن مجید ہر دفعہ پڑھنے سے نیا لطف حاصل ہوتا ہے۔

✽ یہ واحد کتاب ہے کہ جس کا حفظ کرنا آسان ہے۔

✽ ہر دفعہ نئے سے نیا نکتہ حاصل ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی وجوہ اعجاز:

✽ امی ہونے کے باوجود ایسا کلام پیش کیا کہ دوسروں کو گونگا کہنے والے خود انگشت بدنداں ہو گئے۔

✽ فصاحت و بلاغت والا کلام ہے۔ فصاحت و بلاغت کے حوالے سے کچھ ضروری باتیں ذیل میں درج ہیں:

۱: ہم فصاحت و بلاغت کو کما حقہ نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ اسے وہی سمجھ سکتا ہے جس کو فصاحت کی صفات کا علم ہے۔

۲: علامہ اقبال کے شعر کی تشریح وہ لطف (یعنی تفسیر اور قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت میں بہت فرق ہے) نہیں دیتی جو ان کا شعر دیتا ہے۔

۳: اور اس کے علاوہ دیکھیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے جادوگر اس وقت سجدے میں گر گئے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکا وہ جادو کے زور پہ اثر دھان نہیں بنا بلکہ وہ حقیقت تھی۔ وہ جانتے تھے سو سجدے میں گر گئے۔

۴: مترادفات القرآن میں ہے کہ خوف کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے قرآن مجید میں یہ الفاظ مستعمل ہیں: تقویٰ، خشی، رہب، خوف۔

اب جو لفظ جہاں استعمال ہوا ہے اس کی جگہ ان میں سے کوئی لفظ لگا دیا جائے تو چٹتا نہیں ہے۔

فصاحت کی تعریف:

اسے کہتے ہیں کہ عبارت کا ہر لفظ شگفتہ ہو اور اس کی ادائیگی زبان پر گراں نہ گزرے، عبارت بیان کی اصطلاح میں قواعد عربی کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ الفاظ میں ثقل نہ ہو۔ اور ان کے معانی عام محاورے میں مستعمل ہوں۔

بلاغت کی تعریف:

فصاحت کے ساتھ ساتھ اس میں مخاطب اور موقع محل کی پوری رعایت ہو، مثلاً: کسی کی وفات کے وقت خوشی نہیں منائی جائے گی، اور



اسی طرح شادی کے موقع پر ماتم نہ کیا جائے۔

اور اسی طرح تمام آیات کی جامع یہ آیت مبارکہ ہے:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾ [النساء: ۶۹]

”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے پس یہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہداء اور نیک لوگوں کے ساتھ اور اچھے ہیں یہ لوگ رفاقت کے اعتبار سے۔“

**پیشین گوئیاں:**

قرآن مجید کی پیشین گوئیاں کا بن، نجومی کے برخلاف پوری ہو کر رہتی ہیں۔

۱۔ ﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَن قِبَلِهِمُ النَّبِيُّ كَانُوا عَلَيْهَا قُلُوبًا لَّيْلِيهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [البقرة: ۱۷۲]

”نادان لوگ ضرور کہیں گے: انھیں کیا ہوا کہ پہلے یہ جس قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، اس سے یکا یک پھر گئے؟ اے نبی، ان سے کہو: ”مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی راہنمائی کر دیتا ہے۔“

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ بیوقوف کہلائے جانے پر وہ خاموش رہتے مگر قرآن مجید کی پیش گوئی ثابت ہو کر رہی۔

۲۔ ﴿قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِّنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْت أَيْدِيهِمْ ۝ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ﴾ [البقرة: ۹۴، ۹۵]

”ان سے کہو کہ اگر واقعی اللہ کے نزدیک آخرت کا گھر تمام انسانوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے ہی لیے مخصوص ہے، تب تو تمہیں چاہیے کہ موت کی تمنا کرو، اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو۔ یقین جانو کہ یہ کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے، اس لیے کہ اپنے ہاتھوں جو کچھ کما کر انھوں نے وہاں بھیجا ہے، اس کا اقتضا یہی ہے (کہ یہ وہاں جانے کی تمنا نہ کریں) اللہ ان ظالموں کے حال سے خوب واقف ہے۔“

اور یوں ہی ہوا کہ انھوں نے موت کی تمنا نہ کی۔

۳۔ قرآن مجید کی حفاظت کی پیشین گوئی کہ ﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا﴾ آج تک برقرار ہے۔

۴۔ اور اسی طرح فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اسے ہم بعد والوں کے لیے محفوظ کر دیں گے۔ آج اس کی نقش کی دریافت اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

**ماضی کی خبریں:**

مثلاً سورہ یوسف، سورہ مریم، سورہ قصص وغیرہ اور بے شمار سورتوں میں پہلی امتوں کے قصے۔

**دل کی باتیں:**

۱: منافقین کے بارے میں آیات نازل ہوئیں۔ ان کے راز فاش ہوئے:

﴿إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتٌ مِّنْكُمْ أَنْ تَفْشَلُوا وَاللَّهُ وَلِيُّهَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ [آل عمران: ۱۶۲]

”یاد کرو جب تم میں سے دو گروہ بزدلی دکھانے پر آمادہ ہو گئے تھے، حالانکہ اللہ ان کی مدد پر موجود تھا پس چاہیے کہ مومن اللہ ہی پر توکل کریں۔“

﴿وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ [المجادلة: ۸]



”اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہماری ان باتوں پر اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا۔ اُن کے لیے جہنم ہی کافی ہے اُس کا وہ اندھن بنیں گے بڑا ہی برا انجام ہے اُن کا۔“  
سائنس کے حقائق:

۱: زندگی کی ابتدا پانی سے ہوئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾

[الانبیاء: ۳۰]

”اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟“

﴿وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَّاءٍ﴾ [النور: ۴۵]

”اور اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔“

۲: جوں جوں بلندی کی طرف بڑھا جائے آکسیجن کی مقدار کم ہوتی جاتی ہے۔

﴿فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [الأنعام: ۱۲۵]

”پس (یہ حقیقت ہے کہ) جسے اللہ ہدایت بخشنے کا ارادہ کرتا ہے اُس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہی میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے اُس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے اور اُسے یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا اس کی روح آسمان کی طرف پرواز کر رہی ہے۔ اس طرح اللہ (حق سے فرار اور نفرت کی) ناپاکی اُن لوگوں پر مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔“

۳: سمندر کی تہ میں اندھیرے ایسے کہ.....

﴿أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكُنْ يَرَاهَا وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ

نُورًا فَلَمْ يَكُنْ لَهُ مِنْ نُورٍ﴾ [النور: ۴۰]  
”یا پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا، کہ اوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے، اُس پر ایک اور موج، اور اس کے اوپر بادل، تاریکی پر تاریکی مسلط ہے، آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھنے پائے جسے اللہ نور نہ بخشے اُس کے لیے پھر کوئی نور نہیں۔“

### اہل حدیث کانفرنس

جامع مسجد محمدی اہل حدیث گوڑھا محلہ منڈی بہاء الدین میں 5 اپریل 2013ء بعد نماز عشاء اہل حدیث کانفرنس منعقد ہوگی۔

زیر نگرانی: قاضی محمد رمضان صدیقی صاحب

مقررین خطباء: حافظ شعیب احمد بٹ (لاہور)

قاری زبیر احمد قاسمی (فیصل آباد)

(انتظامیہ مسجد ہذا)

### سیرت کانفرنس

سالانہ سیرت امام الانبیاء ﷺ کانفرنس 4 اپریل 2013ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء، بمقام مرکزی جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث پراچہ کالونی، شاہدرہ ٹاؤن لاہور میں ہوگی۔

قاری محمد حنیف ربانی، مولانا منظور احمد صاحب و دیگر علمائے کرام خطاب کریں گے۔

((مولانا) محمد مشتاق گل صاحب، خطیب مسجد ہذا)

### ضرورت خطیب

جامع مسجد محمدی اہل حدیث میں خطیب کی ضرورت ہے۔ شادی

شدہ ہوا اور درس نظامی مکمل ہو۔

رابطے کے لیے ماسٹر محمد علی امیر جماعت اہل حدیث فتح پور پنجابیاں،

ضلع رحیم یار خان۔ فون: 0301-4959784

## ”التوحيد“ عقيدہ اہل السنۃ والجماعۃ

حافظ حمود الرحمن، مانچسٹر

عقیدہ اور اعتقاد لغت میں:

عقیدہ: عَقْدٌ یَعْقِدُ عَقْدًا بَرَزَنَ ضَرْبَ یَضْرِبُ ضَرْبًا سے مصدر ہے۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے: عقد البيع او الیمین۔ بیع (تجارت) اور قسم کو پکا کرنا۔

اور اسی مادہ سے ”عقیدہ“ ہے اور عقیدہ اسے کہتے ہیں جس پر پختہ یقین ہو، جسے انسان اپنا دین بنائے اور اس کا اعتقاد رکھنے اس کی جمع ”عقائد“ ہے۔ اعتقاد عقد سے باب افتعال ہے اور اس کا معنی ہے ”الربط والشد“ یعنی مضبوطی سے باندھنا اور گرہ لگانا۔

اور عربی زبان میں کہا جاتا ہے: اعتقد الشيء والأمر۔ کسی چیز یا معاملے کی گہرائی دل سے تصدیق کرنا، نہایت پختہ یقین رکھنا، اور اسے اپنا یقین اور دین بنانا۔ یعنی اعتقدت کذا یعنی جزمیت بہ فی قلبی۔ پختہ دلی یقین و تصدیق کا دوسرا نام اعتقاد ہے۔

عقیدہ اور اعتقاد کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاحی مفہوم میں اعتقاد کہتے ہیں: ”حکم الذہن السجّازم“ دل و دماغ کی پختہ و مضبوط کیفیت کو۔ اور یہ اعتقاد غلط بھی ہو سکتا ہے اور درست بھی؛ اگر یہ اعتقاد و کیفیت واقع کے خلاف ہے تو اعتقاد فاسد ہوگا اور اگر واقع کے مطابق ہے تو درست ہوگا۔

مثلاً انصاری کا عقیدہ و اعتقاد: ”إن الله ثالث ثلاثة“ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔ یہ اعتقاد باطل اور فاسد ہے۔

اور مسلمانوں کا اعتقاد و عقیدہ: ”إن الله اله واحد“ اللہ الہ واحد ہے درست ہے کیونکہ یہ حقیقت کے مطابق ہے۔

عقیدہ اور اعتقاد کی اہمیت:

اہمیت عقیدہ ایک وسیع و عریض موضوع ہے جس پر بسط و شرح

کے ساتھ کئی کتابیں تحریر کی جاسکتی ہیں لیکن یہاں اختصار پیش نظر ہے۔ اس لیے مختصر عرض ہے:

عقیدہ توحید کا علم بہت اہم اور بنیادی ہے کیونکہ اعمال کی درستگی، عند اللہ مقبول اور نفع مند ہونے کا یہ ہی واحد ذریعہ ہے۔ صحیح بخاری میں ام المؤمنین حمیہ حبیب رب العالمین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث موجود ہے جس میں انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے ابن جدعان کے بارے میں سوال کیا کہ وہ اپنی زندگی میں اور دور جاہلیت میں ایک انسانیت دوست شخص تھا، مہمان نواز، غریب پرور، سخی اور خدمت خلق جیسی خوبیوں سے مالا مال تھا اور پوری زندگی اسی میں صرف کی۔ کیا اس کی یہ نیکیاں اس کے کام آئیں گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں کیونکہ وہ اللہ کی ذات پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور زبان سے اس نے کبھی ”اللہ“ نہیں کہا تھا۔

پھر آج کے ماحول میں جس طرح ہر طرف بے دینی، الحاد، تصوف و رہبانیت، قبر پرستی، شخصیت پرستی، سنت و شریعت مخالف تیز آنڈھیاں چل رہی ہیں۔ گمراہ کن خطرناک اور فاسدانہ نظریات کی حامل جماعتیں اور تحریکیں مسلمانوں کے عقائد کو خراب کر رہی ہیں۔

آج الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا جس طرح کتاب و سنت کے موافق صحیح عقیدہ توحید جو کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے، جو کتاب و سنت پر مبنی ہے اس کو مسخ کرنے اور برباد کرنے میں کوشاں ہے یہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔

توحید کا نام لے کر توحید کی جڑیں کاٹی جا رہی ہیں۔ اہل السنۃ کا نام استعمال کر کے اہل السنۃ والجماعۃ کے متفق علیہ عقائد اور اعمال کا حلیہ بگاڑا جا رہا ہے۔

كان على مثل ما أنا عليه وأصحابي .“

(رواه الترمذي والحديث حسن)

”وہ کون سا گروہ اور فرقہ ہے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جو اس پر قائم رہے گا جس پر آج میں اور میرے صحابہ کرام ہیں۔“

آپ غور فرمائیں اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے اس امت کو ایک اصول اور ضابطہ عطا فرمایا۔ ایک کسوٹی اور معیار دیا جس پر آج ہم ہر قسم کے عقیدے اور عمل کو پرکھ سکتے ہیں۔ اگر ہمارا عمل اور عقیدہ نبی کریم ﷺ کے عمل کے مطابق ہوگا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل اور عقیدے کے مطابق ہوگا تو یقیناً درست اور صحیح ہوگا وگرنہ فاسد و باطل ہوگا اور اس کی رسول اللہ ﷺ نے گارنٹی دی:

((تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم

بهما كتاب الله وسنتي .))

”تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھا مگر انہیں ہوسکتے: ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت۔“

اور مزید فرمایا:

((عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين

المهديين .))

”میرے طریقے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقے کو اپنے اوپر لازم قرار دے دینا۔“

اس موضوع پر قرآن و حدیث میں بہت سے دلائل ہیں چونکہ ہمارے پیش نظر اختصار ہے۔ میں سارے دلائل ذکر نہیں کر سکتا لیکن اصول اور معیار کی وضاحت ضروری ہے اس لیے عرض ہے کہ آج مسلمانوں کے جتنے بھی فرق اور گروہ ہیں بزم خود سب حق پر ہیں لیکن ان کا حق پر ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اپنے عقیدے اور عمل میں سنت اور عمل صحابہ پر کس قدر عمل پیرا ہیں؟

تہتر فرقوں میں صرف ایک فرقہ ناجیہ ہے اور اس کی تعریف زبان

ٹی وی چینلز پر روافضہ، متصوفہ، نواصبہ اور اہل بدعت جس طرح اہل السنۃ والجماعۃ کے مفہوم اور بنیادی عقیدہ و عمل اور طرز سلوک کو تبدیل کرنے میں مصروف ہیں سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت قرار دیا جا رہا ہے اس سے ہر شخص بخوبی آگاہ ہے۔ وہ عقیدہ جس نے اس امت کو امت واحدہ بنا دیا تھا آج اسی عقیدہ کو پس پشت ڈال کر، اور وہ عقیدہ جو کتاب و سنت سے ماخوذ تھا انتہائی سادہ و سلیس اور عام فہم تھا اسے منطق و فلسفہ کی پیچیدہ گتھیوں میں الجھا کر امت مسلمہ کو افتراق و انتشار میں مبتلا کر دیا گیا۔ آج گروہوں میں نئی یہ مفترق اور منتشر امت اپنے بنیادی عقیدہ توحید کو چھوڑ کر فروعی باتوں میں اس قدر شدت اختیار کر چکی ہے کہ انہیں اس نے اسلام اور غیر اسلام کا مسئلہ بنا لیا ہے۔ اپنے مذہبی پیشوا قیادت کی بڑی بڑی کمزوریوں اور غلطیوں کو نظر انداز کر کے اور خود ساختہ عقائد و نظریات اور اعمال میں شدت پیدا کر لی ہے جس کا برا اثر عقائد پر پڑا اور یہ امت گروہوں اور فرقوں میں بٹی چلی گئی۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مختلف شخصیتوں کی طرف منسوب، مختلف بستوں اور شہروں کی طرف منسوب اور پھر خود ساختہ سلسلے اور نسبتیں اور پھر یہاں تک کہ پکڑی اور ٹوپی کے رنگوں میں بھی یہ امت بٹ چکی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

”ان اليهود افرقوا على إحدى وسبعين

فرقة ، والنصارى افرقوا على اثنتين

وسبعين فرقة ، وإن هذه الأمة ستفرق على

ثلاث وسبعين فرقة ، وهذه الفرق كلها في

النار إلا واحدة .“ (رواه الترمذي)

”یہودی اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور نصاریٰ بہتر فرقوں

میں بٹے اور یہ امت یعنی امت محمد ﷺ تہتر فرقوں میں تقسیم

ہوگی اور سارے فرقے اور گروہ دوزخی ہیں مگر ایک گروہ اور

فرقہ کے علاوہ۔“

اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تجسس ایک یقینی بات تھی۔ انہوں نے پوچھا:

”قالوا من هي يا رسول الله ﷺ؟ قال: من

مصطفیٰ ﷺ سے اس طرح ہوئی:

((من كان على مثل ما أنا عليه وأصحابي .))

”جو اس طریقے پر عمل پیرا ہے جو میرا اور میرے صحابہ کا طریقہ ہے۔“

قارئین کرام! اسی پر ہدایت کی گارنٹی ہے اور اسی پر نجات کی ضمانت اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اس کی اتباع کا حکم ہے:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَضَعُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [الأنعام: ۱۵۳]

”یہ ہی میرا راستہ مستقیم ہے۔ اسی کی پیروی کرو اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرنا وہ تمہیں اس راستے سے الگ کر دیں گے۔ اسی پر چلنے کی تمہیں وصیت کی ہے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔“

یقیناً یہ راستہ بھی ایک ہے اور اس پر چلنے والا گروہ، جماعت اور فرقہ بھی ایک ہے۔ یہ ہی فرقہ ناجیہ ہے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا گروہ ہے۔ اور یہ ہی منصورہ الی قیام الساعۃ ہے۔ اس لیے ان کے عقائد اور اعمال سے آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ ہدایت دنیاوی اور نجات اخروی ان کی مکمل پیروی میں مضمر ہے۔

اس لیے ہم اختصار کے ساتھ آئندہ سطور میں فرقہ ناجیہ یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کی تعریف اور ان کے خصائص کے بارے میں عرض کریں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی جانیں گے کہ مسلمانوں میں فکری انحراف کا آغاز کب ہوا؟ عبادات میں بدعات کب شامل ہوئیں؟ اور فکری انحراف اور عملی بدعات نے کون کون سے فرقے پیدا کیے تاکہ تصویر کے دونوں رخ ہمارے سامنے آجائیں۔

محترم قارئین کرام! خیر القرون میں سے قرن اوّل، یعنی نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد اوّل میں نہ تو عملی بدعات کا انتشار ہوا تھا اور نہ ہی افکار و نظریات میں گمراہی نے جنم لیا تھا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فطرتِ سلیمہ کے ذریعے تعلیمات نبویہ

کے مطابق قرآن و سنت کے ظاہری مفہوم سے اپنے عقائد و اعمال اخذ کرتے۔ اگر کہیں کوئی خلاف کتاب و سنت چیز نظر آتی تو فوراً اس کی نکیر کرتے۔ اس کی سیرت صحابہ میں بے شمار مثالیں ہیں، مثلاً: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اہل کوفہ کو کنکریوں پر حلقے کی شکل میں بیٹھ کر ذکر کرنے سے منع فرمانا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیعت رضوان کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دینا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سبائی گروہ کے افراد کو زندہ جلا دینا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا دعویٰ کرتے تھے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دین اسلام کو اصلی حالت میں قرب قیامت تک محفوظ رکھنا ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾

[الحجر: ۹]

”ذکر کے نازل کرنے والے ہم ہیں اور اس کی حفاظت کرنے والے بھی ہم ہیں۔“

اللہ رب العزت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صورت میں اور پھر ہر دور میں علمائے حق کی شکل میں افراد پیدا فرمائے جو باطل عقائد اور بدعات کا قلع قمع کرتے رہے اور کتاب و سنت کی تعلیمات کا بول بالا کرتے رہے۔ اور فرمان نبی ﷺ کی عملی تفسیر بنے رہے:

((لا تزال طائفة من امتي على الحق ظاهرين .))

”میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، نصرت الہی سے فیض یاب ہوگا۔“

یہ سلسلہ قرونِ اولیٰ سے لے کر آج بھی جاری و ساری ہے اور قرب قیامت تک ان شاء اللہ آمین بالمعروف والنہی عن المنکر کی مساعی شہانہ روز کی شکل میں جاری و ساری رہے گا۔

فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ اور فرقہ آخری کے ذکر سے پہلے توحید اور اقسام توحید کا ہلکا سا ذکر ضروری ہے۔

### توحید اور اقسام توحید:

جب ہم توحید کہتے ہیں تو اللہ رب العزت کی وحدانیت کا تصور دل و دماغ میں اجاگر ہوتا ہے۔ اور اس توحید کی تین قسمیں ہیں:

(۱) توحید الربوبیہ۔ (۲) توحید الالوہیہ۔ (۳) توحید الاسماء والصفات

**اولاً: توحید الربوبیہ:** ..... ہو افراد اللہ تعالیٰ بأفعاله فی المملک وفي الخلق وفي الأمر .

یعنی اللہ رب العزت کی ذاتِ عالیہ کو اس کے افعال میں اکیلا اور واحد تسلیم کرنا خاص طور پر اس کے خالق ہونے میں، ہر چیز کے مالک ہونے میں اور ہر چیز کی تدبیر فرمانے میں۔

قرآن مجید میں ارشاد بانی ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝﴾

[الأعراف: ۵۴]

”اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے۔ بابرکت ہے اللہ کی ذات جو سارے جہانوں کا رب ہے۔“

﴿وَلِلَّهِ مَلِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [آل عمران: ]

”اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی ہے۔“

اور یہ ایسی توحید ہے جس کے مشرکین بھی قائل تھے اور آج بھی اللہ کو ماننے والا ہر شخص تقریباً اس پر یقین رکھتا ہے۔ ارشاد بانی ہے:

﴿وَلَعِنَ سَآلَتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لِيَقُولَنَّ اللَّهُ﴾ [العنکبوت: ۶۱]

”اگر آپ ان سے سوال کریں زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً ضرور کہیں گے اللہ نے۔“

**ثانیاً: توحید الالوہیہ:** ..... ہو افراد اللہ تعالیٰ بالعبودية .

یعنی اللہ رب العزت کو عبودیت والوہیت میں وحدہ لا شریک ماننا۔

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ [النساء: ۳۶]

”اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔“

اور بھی بے شمار آیات ہیں۔

توحید الوہیت کو توحید العبادہ بھی کہتے ہیں۔ ان میں فرق یہ ہے اگر توحید کی اضافت اللہ کی ذات کی طرف ہو تو توحید الالوہیہ اور اگر توحید کی اضافت عابد کی طرف ہو تو توحید العبادہ ہوگی۔

العبادہ:

اسم جامع لما يحبه الله ويرضاه من الأقوال والأفعال والعبادة مبنية على أمرين عظيمين هما: المحبة والتعظيم المحبة تكون في الأوامر والتعظيم يكون في النواهي .

”عبادت کہتے ہیں اقوال و افعال کی صورت میں ہر ایسی چیز کو جسے اللہ پسند فرماتا ہو اور جس پر راضی ہوتا ہو۔ اور یہ عبادت دو عظیم ترین کاموں پر مشتمل ہے: ایک محبت اور دوسری تعظیم۔ محبت رغبت سے ہوتی ہے اور اس جذبے سے اللہ کے احکام کی تعمیل ہوتی ہے۔ اور تعظیم ڈر سے ہوتی ہے اور اس جذبے سے اللہ کی نواہی یعنی منع کردہ کاموں سے اجتناب کیا جاتا ہے۔“

ارشاد بانی ہے:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَنْعُونَ رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَشِيعِينَ ۝﴾ [الأنبياء: ۹۰]

”وہ خیر کے کاموں میں جلدی کرنے والے ہیں اور ہمیں شوق اور ڈر سے پکارتے ہیں اور ہم سے ڈرنے والے ہیں۔“

توحید کی یہ دو قسمیں ایسی ہیں کہ اہل قبلہ میں سے کم ہی کوئی اس کا انکار کرتا تھا سوائے عبد اللہ بن سبا کے پیدا کردہ سہائی فتنے کے۔ یہ وہ گروہ تھا جس نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا تھا: أنت الله یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا دعویٰ کیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں زندہ جلا دینے کا حکم دیا تھا اور بہت سے جلا بھی دیئے گئے مگر عبد اللہ بن سبا بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور یہ کہتے ہوئے بھاگا:

لا يعذب بالنار إلا رب النار .



صفات کے منکر تھے یا پھر ان کے محرف یعنی تحریف پیدا کرنے والے تھے۔

معتدل: صفات میں اپنے آپ کو معتدل کہلاتے تھے۔  
فرقہ ناجیہ کے ذکر سے پہلے ان فرق ضالہ اور مبتدعہ کا ذکر ضروری ہے تاکہ پھر اہل السنۃ والجماعۃ یعنی فرقہ ناجیہ منصورہ الی قرب قیام الساعۃ کے عقائد اور اعمال کو سمجھنے میں آسانی رہے۔ (باقی آئندہ)

یعنی آگ کا عذاب وہی دیتا ہے جو آگ کا رب ہوتا ہے تو ثابت ہو گیا حضرت علی ہی اللہ ہیں۔ العیاذ باللہ

**ثالثاً: توحید الاسماء والصفات:** ..... ہو توحید اللہ فی اسمائہ وصفاتہ وهو وصف اللہ کما وصف نفسه ووصفه به رسولہ ﷺ واثباتاً بلا تشبیہ وتنزیہاً بلا تعطیل۔

یعنی اللہ کی ذات کو اس

کے اسماء وصفات میں اکیلا  
وواحد ماننا، اور اللہ کی ذات  
کو ان صفات کاملہ سے  
متصف ماننا جن سے خود  
اللہ رب العزت نے اپنے  
آپ کو متصف فرمایا ہے، یا  
اس کے رسول ﷺ نے  
متصف فرمایا ہے۔ اور اللہ  
کی ذات عالیہ میں صفات  
کاملہ کو بغیر تشبیہ کے ثابت  
کرنا اور بغیر تعطیل کے  
صفات ناقصہ سے پاک اور  
بالا تر ہونے کا یقین رکھنا۔  
توحید کی آخر الذکر قسم  
وہ ہے جس میں اہل قبلہ کا  
بہت اختلاف ہوا۔ اور اہل  
قبلہ تین مختلف گروہوں میں  
تقسیم ہو گئے۔

مثلاً: یہ اللہ کی صفات  
کی تمثیل کے قائل ہیں۔  
معطل: یہ اللہ کی

2013  
عمرہ  
بکنگ  
جاری ہے



تکبیر  
ٹریولز اینڈ ٹورز  
(پرائیویٹ) لمیٹڈ

فاضلین مدینہ یونیورسٹی  
علماء کرام کا با اعتماد ادارہ

رواگی عمرہ گروپ  
11 اپریل انشاء اللہ

عمرہ  
کے سستے اور مٹاؤ بکچر دستیاب ہیں

لوگ خود ساختہ مسائل کے مطابق حج کرواتے ہیں  
اگر آپ سنت کے مطابق کرنا چاہتے ہیں

تکبیر  
ٹریولز اینڈ ٹورز

تو آپ کا بہترین انتخاب

محمد نواز ڈوگر  
0300-4699430

محمد زبیر عقیل  
0300-8450426

شناؤ سنٹر موٹر سمن آباد ملتان روڈ لاہور  
042-37525001-2



# تحریریں والی بے کار چیزیں

ام عبدنیب

۱۹

ہیں یا اس کا کوئی اور حل سوچا جائے؟

تقریباً ہر تحریر میں دینی لحاظ سے کسی آیت یا حدیث کا ترجمہ، اللہ کا نام یا کسی محترم شخصیت کا نام لکھا ہوتا ہے جیسے محمد، عائشہ، ایوب، مریم وغیرہ۔

کاغذوں کی بہتات اس قدر ہے کہ ہر تحریر کو غور سے پڑھنا اور پھر فیصلہ کرنا کہ اس میں کوئی قابل احترام لفظ ہے یا نہیں ایک مشکل کام ہے۔ اگر انھیں ردی والے کے حوالے کریں تو ان کی پڑیاں بنا کر دوبارہ یہ گلی کوچوں میں ہی پھینکے جائیں گے اور پاؤں تلے روندے جائیں گے۔

البتہ حل ہے کہ انھیں کسی ایک تھیلے وغیرہ میں جمع کر کے ان لوگوں کو دے دیا جائے جو کاغذ چن کر اس کا رخانا تک پہنچاتے ہیں جہاں کاغذ گلا کر اس سے نیا کاغذ تیار کیا جاتا ہے۔

دوسرا حل یہ ہے کہ انھیں جلا دیا جائے کھلی فضا میں تو یہ کام آسان ہے لیکن بند اور چھوٹے گھروں میں یہ بھی مشکل کام ہے۔ آگ کے ادھر ادھر پھیلنے کا خطرہ، دھوئیں سے دیواروں کا سیاہ ہو جانا، گھر میں دھواں بھر جانا، بچوں کو آگ سے دور رکھنا اور ظاہر ہے کہ بے کار کاغذ دور حاضر میں ہر گھر کا مسئلہ ہے اور تقریباً ہفتہ دس دن بعد خاصے کاغذ جمع ہو جاتے ہیں۔

عام کاغذوں کی راکھ تو کوڑے میں پھینکی جاسکتی ہے لیکن قرآنی آیات والے کاغذوں کی راکھ کا بھی احترام ہے۔

احادیث سے یہ پتا چلتا ہے کہ قرآنی اوراق کو جلا دینا چاہیے۔ جس کا ثبوت یہ واقعہ ہے:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حدیفہ رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ

دور حاضر میں تحریر کا فن اپنے عروج پر پہنچ چکا ہے۔ پریس سے تیز رفتار اشاعت کا آغاز ہوا لیکن برقی حروف اس پر بھی بازی لے گئے۔ ریکسین، چمڑے، پتھر، شیشے، لوہے، تانبے، پیتل، چاندی، سونا، نکل، جانوروں کی ہڈیاں غرض ہر چیز پر بڑی سرعت اور نفاست کے ساتھ ہر قسم کے حروف اور نقش لکھے اور چھاپے جاسکتے ہیں۔

کپڑے، جوتے، کھلونے، بکنے والی ہر چیز کے رپر، ٹن یا پلاسٹک کے ڈبے، زیورات، پولی تھین کے بیگ، کاغذ کے تھیلے، اٹچی، الماریاں، ہر قسم کے برتن، دیواریں، سائن بورڈ غرض ہر چیز پر جس مطلب کی تحریر چاہے دے دیں۔ مصنوعات تیار کرنے والے اپنی ہر چیز پر اپنی کمپنی یا فیملی کا پتا، متعلقہ چیز بننے کی تاریخ، اس کے اندر موجود اجزاء، دکانوں کے پتے وغیرہ چھاپتے ہیں تاکہ ان کی مصنوعات تک لوگوں کا پہنچنا آسان ہو جائے۔

نمائش اور آرائش کے لیے بنائی جانے والی چیزوں پر بھی مختلف قسم کی تحریریں دینے کا عام رواج ہے۔ تحریر کو کسی چیز کی شکل دے کر اس قدر مہارت سے آرائش اور ڈیزائننگ کی جاتی ہے کہ عقل دنگ رہ جائے۔

خطاطی میں اس قدر ترقی ہوئی ہے کہ اب چاول کے دانوں پر پوری پوری قرآنی سورتیں لکھی جا رہی ہیں۔

تحریر کی بہتات اور اس میں مختلف فنی مہارتوں سے معاشرے میں کوئی مثبت تبدیلی آئی یا نہیں؟ ایک الجھن بھی پیدا ہوئی ہے اور وہ یہ کہ جب ایسی چیز ٹوٹ جائے یا بے کار ہو جائے تو اس کا کیا کیا جائے؟

کیا اسے کوڑے میں پھینک دیا جائے جو پاؤں تلے روند جاتا ہے جس میں گندی اور ناپاک چیزیں اور بچوں کے پیپر وغیرہ پھینکے جاتے

کرنا۔“ (سنن ابی داود، قم الحدیث: ۴۶۰۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وہ کتب و رسائل جن میں اللہ کا نام تحریر ہو ان کو آگ سے جلانے کا اشارہ مذکورہ حدیث میں ملتا ہے اور یہی ان کو محفوظ کرنے اور ان کی عزت و توقیر کا بہتر طریقہ ہے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ جب ان کے پاس ایسی کتب و رسائل جمع ہو جاتے جن میں بسم اللہ لکھی ہوتی تو وہ ان کو جلا دیا کرتے تھے۔ (قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق اور ان کا تحفظ از محمد الیاس

اثری، مطبوعہ الاعتصام ۶ صفر ۱۴۳۱ھ)

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن حکیم کے پھٹے ہوئے اوراق کو جلانا نہیں چاہیے بلکہ ان کو سنبھال کر رکھنا چاہیے، اس مقصد کے لیے ابوانیس صوفی برکت علی نے دارالاحسان فیصل آباد میں قرآن محل کے نام سے ایک وسیع عمارت بنائی۔ جب کہ لاہور میں ایک صاحب محمد ناظم الدین نے اپنی والدہ کے نام پر شاہ جہان ٹرسٹ بنایا تاکہ ان میں کٹے پھٹے قرآن حکیم کے نسخے محفوظ کیے جاسکیں۔ جہاں تک اخلاص اور نیک نیتی کا تعلق ہے وہ اپنی جگہ لیکن وہ قرآن حکیم جو پڑھنے کے قابل نہیں رہے ان کے لیے اتنے بڑے پیمانے پر خرچ کرنا شریعت میں مقصود نہیں ہے بلکہ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ نئے قرآن حکیم چھپوانے پر یہی رقم اور محنت خرچ کی جاتی۔

بہر حال اسلاف کا طریقہ ہی اس سلسلے میں بہترین طریقہ ہے۔ خیر یہ تو اوراق کی بات تھی۔ رہی دیگر چیزیں جن پر قرآن حکیم لکھا جاتا ہے تو پولی تھین ریکسین، چمڑے، پلاسٹک وغیرہ کو نہ تو جلایا جاسکتا ہے، نہ زمین میں دبانے سے وہ گنتی سڑتی ہیں۔ دریا اور نہر میں بہا دینے سے بھی وہ گنتی سڑتی نہیں البتہ ساتھ پتھر باندھ کر دریا میں انھیں پھینک دیا جائے تو وہ پانی کی تہہ میں بیٹھ جائیں گی۔

لوہے، پیتل، نکل وغیرہ کی چیزیں نہ جلائی جاسکتی ہیں، نہ دفن کی جاسکتی ہے کیونکہ وہ بھی دفن کرنے سے گنتی سڑتی نہیں۔ ان کا بھی حل ہے کہ انھیں کباڑیے کے حوالے کر دیا جائے تاکہ کارخانہ دار کے پاس

کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ ان دنوں آرمینیا اور آذر بائیجان کو فتح کرنے کے لیے اہل شام اور اہل عراق کا لشکر تیار کر رہے تھے۔ انھی دنوں لوگوں نے قرآن حکیم کی قرأت میں اختلاف کرنا شروع کر دیا تھا۔ (ایک کہتا تھا ہماری قرأت اچھی ہے اور دوسرا کہتا تھا ہماری اچھی ہے) یہ کیفیت دیکھ کر سیدنا حدیفہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے خلیفہ المسلمین! اس امت کو اختلاف سے بچا لیجیے۔ اس دن کے آنے سے پہلے کہ یہ بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ ہمیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کے جمع شدہ اوراق والا قرآن پاک بھجوا دیجیے۔ ہم اس کی نقلیں تیار کر کے آپ کو واپس دے دیں گے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے نقل کرنے کے لیے چار آدمی (زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمن بن حارث رضی اللہ عنہم) کو مقرر کیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر زید اور دیگر حضرات میں کسی قرأت کے بارے میں اختلاف ہو تو قریش کی قرأت کو ترجیح ہوگی کیونکہ قرآن حکیم انھی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کی نقلیں تیار کر کے اصل نسخہ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا گیا۔ (تمام اطراف میں یہی نسخہ بھیجا گیا) اور حکم دیا گیا کہ اس کے علاوہ قرآن حکیم کے اجزاء جس کسی شخص کے پاس ہوں وہ انھیں جلا دے۔

(صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن)

امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کے اس حکم سے کسی بھی صحابی نے اختلاف نہیں کیا۔ لہذا قرآن حکیم کے بوسیدہ اوراق کو تلف کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے متعلق حکم دیا:

”میرے بعد تم بہت اختلاف پاؤ گے اس وقت تم میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کے طریقے کو اختیار

پہنچ کر لگا کر دوبارہ کوئی کارآمد چیز بن سکے۔

دھات کی چیزوں پر اگر آیت الکُرسی، اسمائے حسنیٰ یا دیگر مقدس الفاظ لکھے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ کباڑ کا کام کرنے والا انھیں احترام کی جگہ پر رکھے لیکن کیا وہ ایسا کرے گا؟

پتھر، مٹی، چینی، شیشے وغیرہ کے شوپیس، برتن، سائن بورڈ نہ گلانے جاسکتے ہیں نہ جلانے جاسکتے ہیں۔ انھیں زمین یا دریا میں بہا دینے سے بھی ان کی تحریر ویسی ہی رہے گی البتہ انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے پیس دیا جائے اور پھر دریا میں بہا دیا جائے یا زمین میں دفن کر دیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ادب و احترام اس کی اجازت دے گا کہ جس چیز پر قرآنی آیات، اللہ تعالیٰ یا نبی اکرم ﷺ کا نام لکھا ہے انھیں اس طرح اپنے ہاتھوں میں دیا جائے۔

لکڑی پر تحریر ہو تو اسے کاغذ کی طرح جلایا جاسکتا ہے، بعد ازاں اگر وہ تحریر مقدس ہے تو راکھ زمین میں دفن کر دی جائے یا دریا میں بہا دی جائے، اگر قرآنی آیات نہیں ہیں تو راکھ کو کوڑے میں بھی ڈالا جاسکتا ہے۔

کپڑے پر کوئی تحریر ہو تو اس کو بھی جلایا جاسکتا ہے۔

کہنے کی بات؟

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ نے اس لیے نازل نہیں کیا کہ اس کی مختلف سورتیں، آیات، حروف مقطعات یا اسمائے حسنیٰ کو طغروں کی شکل میں مختلف چیزوں پر لکھ کر لٹکا جائے، یا اسے آرائشی چیزوں کے لیے استعمال کیا جائے۔ قرآن حکیم کے نزول کا مقصد اسے پڑھنا، سمجھنا، اس سے اپنے اعمال سنوارنا اور اس کی تعلیم دوسروں تک پہنچانا ہے۔

قرآن حکیم اپنی تحریری مہارت یا نقش کاری کی مہارت دکھانے کے لیے بھی نازل نہیں ہوا، نہ ہی دنیا کی عام اور حقیر چیزوں پر لکھنے کے لیے یا ان کی شکل میں لکھنے کے لیے نازل ہوا، مثلاً: گل دان پر آیات لکھنا، یا آیات کو گل دان کی صورت میں لکھنا، چاول یا گندم کے دانے پر پوری پوری سورت لکھنا، یہ قرآن حکیم کو اس کے مقام سے گرا دینے کے مترادف ہے۔

قرآن حکیم کو اس انداز سے لکھنا کہ دیکھنے والے سمجھ ہی نہ سکیں کہ یہ کون سی آیت یا سورت ہے اور کوئی پہلی نظر میں یہ جان ہی نہ سکے کہ یہ ستارے سیارے ہیں یا کوئی آیت، یا کھڑکیاں دروازے ہیں یا کوئی سورت لکھی ہوئی ہے، یہ مچھلی کی شکل ہے یا کسی سورت اور آیت کا تحریری روپ۔

قرآن حکیم اتنے باریک الفاظ میں بھی نہیں لکھنا چاہیے اور چھپانا نہیں چاہیے جسے ایک عام آدمی پڑھ نہ سکے۔ جیسے ۱۱x۱۱ انچ سائز کا قرآن پاک، تعویذوں کی سورت میں لکھی آیت الکُرسی، قرآن حکیم کا تعویذ گلے میں ڈالنا، لاکٹوں اور انگوٹھیوں پر قرآنی آیات یا سورتیں لکھنا۔

قرآن حکیم کی ایسی لکھی ہوئی آیات یا سورتیں ادھر ادھر گر بھی جائیں تو سمجھ نہ آنے کی وجہ سے انھیں کوئی معمولی چیز سمجھ کر ادھر ادھر پھینک دیا جاتا ہے۔

بعض لوگ حفاظت کے لیے بہت باریک فط میں مکمل قرآن پاک یا بعض سورتوں کے نقش بنواتے ہیں اور پرس میں رکھتے ہیں۔ قرآن پاک کا نزول اس مقصد کے لیے بھی نہیں ہوا اور نہ ہی یہ طریقہ جائز ہے۔

قرآن حکیم صرف پڑھنے، سمجھنے، عمل کرنے، دوسروں تک اس کی تعلیمات پہنچانے کے لیے نازل ہوا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس کے ہر حکم کا احترام اور دفاع کیا جائے گا اور جس چیز پر یہ لکھا جائے اس کا بھی احترام کیا جائے۔

عام لفظوں یا تحریروں کا احترام ویسا نہیں جیسا قرآنی آیات کا لیکن اللہ نے قلم اور لکھنے کی قسم کھائی ہے۔ لہذا تحریر سادہ اور عامیانہ بھی ہو تو اس کا احترام کر لینا بہتر ہے۔ ہمارے اسلاف کاغذ کا کوئی بھی ٹکڑا زمین پر گر کر اہوا دیکھتے تو اسے اٹھا کر کسی دیوار وغیرہ میں اڑس دیتے۔

لہذا بہتر یہی ہے کہ وہ چیزیں جن پر قرآن حکیم کی کوئی آیت یا سورت لکھی ہو اور وہ کاغذ کی بجائے کوئی دوسری چیز ہو تو اسے خریدنے ہی سے گریز کیا جائے تاکہ احترام کا مسئلہ ہی پیدا نہ ہو۔

## امام ابواسحاق الفزاری رحمہ اللہ محدث

### اور ایک غلطی کا ازالہ

محمد اشرف جاوید بن صدیق، فیصل آباد

شیخ حدیث کے جاننے والے ماہر تھے۔ آپ کو فقہ کے ساتھ بھی تعلق تھا۔

کسی نے سوال کیا کہ فضیل بن عیاض، اور ابواسحاق فزاری میں سے کون افضل ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا کہ فضیل کا تقویٰ اپنی ذات کے لیے اور ابواسحاق کی نیکی عام لوگوں کے لیے۔

امام عبدالرحمان مہدی رحمہ اللہ: ان کو دیکھ کر میری طبیعت نے اطمینان پکڑا۔

ابوداؤد طیالسی: روئے زمین پر ان سے افضل کوئی آدمی نہ تھا۔  
امام اوزاعی: عطاء خفاف کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام اوزاعی کے پاس بیٹھا تھا امام ابواسحاق کی طرف ایک خط لکھنے لگے تو اپنے کا تب سے کہا: ان کا نام میرے نام سے پہلے لکھنا، بخدا وہ مجھ سے بہتر ہیں۔ (شذرات الذہب: ۳۰۷/۱، سیر اعلام: ۵۴۲/۸، تذکرہ: ۲۱۷/۱)

اسی طرح امام صاحب فقہ میں بلند مقام رکھتے تھے۔  
علی بن بکار کہتے ہیں میں نے ابن عون اور بعد کے علماء سے ملاقات کی ہے مگر میں نے ان میں ابواسحاق فزاری سے زیادہ فقہ حدیث جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔ (سیر اعلام: ۵۴۲/۸، تذکرہ: ۲۱۷/۱)

عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ امام اوزاعی اور امام ابواسحاق فزاری سنت میں امام ہیں، بلکہ ابوحاتم کا یہ قول بھی ہے کہ اسلام کی خدمت میں بے نظیر کارنامے سرانجام دینے والے ثقہ اور مامون ہیں۔ (سیر اعلام: ۵۴۳/۸، تذکرہ: ۲۱۷/۱)

اور ان کے متعلق امام اوزاعی صادق المصدق کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ (تذکرہ: ۲۱۷/۱، شذرات الذہب: ۳۰۷/۱)

ان کا نام ابراہیم بن محمد بن حارث رحمہ اللہ تھا۔

ان کے تلامذہ میں امام ثوری، امام اوزاعی، ابن مبارک، عبداللہ بن عون خزار محمد بن عبدالرحمان بن سہم، موسیٰ بن ایوب النضیمی، محمد بن سلام ہیکندی رحمہ اللہ جیسے محدثین شامل ہیں۔

(تذکرہ: ۲۱۷/۱، سیر اعلام النبلاء: ۵۴۱/۸)

#### ثقافت:

ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا:

”الثقة المأمون، الإمام، من أئمة الحديث.“

امام نسائی رحمہ اللہ:

”ثقة، مأمون أحد الأئمة.“

امام سفیان رحمہ اللہ بن عیینہ کا فرمان ہے: ”کان إماماً.“ ”وقت کے امام تھے۔“ بلکہ سب پر مقدم تھے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں: ابواسحاق ثقہ، تبع سنت اور نام ورجاہد تھے۔  
مصیصہ کی سرحد چھاؤنی میں دشمن کے خلاف سینہ سپر رہتے تھے۔  
(شذرات الذہب: ۳۰۷، سیر اعلام النبلاء: ۵۴۰/۱۸، تذکرہ: ۲۱۷)

احمد عجمی کا قول ہے: ثقہ، صاحب سنت اور صالح تھے۔ انھوں نے اہل ثغر کو ادب سکھایا۔ (ثغر، یمن میں بنو حمیر کا ایک قلعہ ہے) اور ان کو سنت کی تعلیم دی۔ آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے تھے اور جب اس قلعہ ثغر میں کوئی بدعتی داخل ہوتا تو اس کو بگا دیتے تھے۔

### افکار:

معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خالص کتاب و سنت سے اس قدر شوق و شغف تھا کہ ابوسہر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ امام ابواسحاق فزاری دمشق تشریف لائے تو طالبان حدیث کثیر تعداد میں ان سے درس حدیث لینے کے لیے جمع ہو گئے اس پر مجھ سے فرمایا:

”باہر جاؤ اور لوگوں میں منادی کر دو جو شخص قدریہ کا عقیدہ رکھتا ہے وہ ہماری مجلس میں نہ آئے۔ جو شخص فلاں فلاں کی رائے و قیاس کا پابند ہے وہ بھی ہماری مجلس میں نہ آئے۔ جو شخص بادشاہوں کے دروازہ پر گھومتا ہے وہ بھی ہماری مجلس سے دور رہے، چنانچہ میں باہر گیا اور لوگوں میں یہ منادی کر دی۔“ (تذکرہ: ۲۱۷/۱)

تو کیا ایسے محدث اور اسلام کے عظیم داعی کسی بادشاہ یا حکمران کے لیے وضع حدیث جیسی حرکت کر سکتے ہیں؟ تو اس واقعہ سے ان کے فکر کی ترجمانی ہوتی ہے وہ کس قدر خوفِ الہی اور آخرت سے ڈرنے والے تھے۔

محدث سفیان رحمہ اللہ بن عیینہ کہتے ہیں امام ابواسحاق فزاری نے مجھ سے کہا ایک دن میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس گیا تو کہنے لگا: اے ابواسحاق! تم عز و شرف کے اونچے مرتبے پر فائز ہو۔ میں نے کہا: امیر المومنین قیامت کے دن یہ اونچا مرتبہ میرے کسی کام نہیں آئے گا۔

(تذکرہ: ۲۱۸/۱)

امام ابواسحاق حدیث کثیر والے فقیہ تھے۔ (سیر اعلام: ۵۴۱/۸)

### امام حدیث:

امام ذہبی نے ایک واقعہ لکھا ہے ایک دفعہ ہارون رشید ایک زندیق کو قتل کرنے لگے تو وہ بولا مجھے تو قتل کر دو گے لیکن میں نے جو ایک ہزار خود ساختہ حدیثیں لوگوں میں پھیلا دی ہیں ان کا کیا کرو گے۔

ہارون رشید نے فرمایا اللہ کے دشمن تو کس خیال میں ہے؟

ہمارے پاس ابواسحاق فزاری اور عبد اللہ بن مبارک جیسے نادارہ

روزگار صاحب فن موجود ہیں جو چھان بین کر کے ان کا ایک ایک حرف الگ کر دیں گے۔

”ویروی ان ہارون الرشید اخذ ز ندیقا لیقتله فقال الرجل این انت من الف حدیث وضعتها؟ قال: فاین انت یا عدو اللہ من ابی اسحاق الفزاری وابن المبارک یتخللانہا فیخر جانہا حرفا حرفا۔“

(سیر اعلام: ۵۴۲/۸، تذکرہ: ۲۱۷/۱)

اہل زمانہ کو ان پر کس قدر حسن ظن تھا۔

### ایک غلطی کا ازالہ:

اسلام کے بنیادی ماخذ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اسلام کی تعلیم کا بہ غور مطالعہ کیا جائے تو ثابت شدہ یہی بات ہے کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کے بغیر اسلام کو سمجھنا بہت ہی مشکل ہے۔ اگر صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب کو ہی ماخذ قرار دے دیا جائے تو انسان کا مسلمان ہونا ہی محال ہے۔ کیونکہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ قرآن مجید میں موجود نہیں، تو لامحالہ حدیث رسول کی طرف ہی رجوع کرنا پڑے گا۔

حدیث رسول ہے:

((عن مقدم قال قال رسول اللہ ﷺ الا انی اوتیت القرآن ومثلہ ومعہ .)) (مسند احمد:

۴ / ۱۳۱، ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۶۰۴)

”لوگوں میں قرآن مجید دیا گیا ہوں اور اس کی مثل بھی ساتھ دیا گیا ہوں، یعنی حدیث شریف۔“

دوسری جگہ فرمایا:

((ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنة نبیہ .))

((موطا امام مالک: ۸۹۹)

(باقی صفحہ نمبر ۲۹ پر ملاحظہ کیجیے)



## شیخ الحدیث حافظ ابوالقاسم محمد بھٹوی رحمہ اللہ

قاری محمد طیب بھٹوی، سرفراز کالونی، گوجرانوالہ

محبت میں پیدا ہوئے۔ ان سے بڑے دو بھائی نور احمد (راقم کے والد) اور عبدالحق تھے اور ہمشیرہ کوئی نہ تھی۔ عبدالحق جوانی میں بے اولاد فوت ہو گئے۔ حافظ صاحب کی عمر تین سال تھی کہ والد صاحب فوت ہو گئے۔ اور محمد بھٹوی رحمہ اللہ ﴿اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاَوٰى﴾ [ضحیٰ: ۶] کی عملی تصویر بن کر رہ گئے۔

بڑے دونوں بھائی ان پڑھ مگر دین کے محب، نماز روزہ کے پابند تھے۔ ان لوگوں کی رہائش اپنے کنویں کے ساتھ ڈیرہ پر تھی۔ جو ”واں جتالہ“ کے نام سے مشہور تھا۔ تایا زاد بھائی عبدالرحمان حافظ کرم دین رحمہ اللہ کے ذریعے کچھ قرآن و حدیث کا علم پڑھ چکے تھے۔ اب یتیم محمد بھٹوی رحمہ اللہ نے اپنے تایا زاد بھائی عبدالرحمان رحمہ اللہ سے قرآن پاک ناظرہ پڑھنا شروع کیا۔ مولوی عبدالرحمان رحمہ اللہ گوہڑ چک نمبر ۸ ضلع قصور میں سلائی کا کام کرتے تھے۔ جب وہ وہاں چلے جاتے تو محمد بھٹوی رحمہ اللہ بعد میں آزاد پھرتے رہتے تھے یا پھر بڑے بھائی نور احمد رحمہ اللہ کے کہنے پر امان والا گاؤں جو ”واں جتالہ“ سے قریب ہے، مولوی احمد دین رحمہ اللہ کے پاس پڑھنے جاتے جو بریلویوں کی مسجد کے امام تھے مگر متعصب نہ تھے۔ اہل حدیث کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور کبھی اپنے کنویں پر ہی اپنے چچا نور دین رحمہ اللہ سے سبق پڑھ لیتے۔

حسین خانوالہ میں:

ناظرہ قرآن پاک مکمل ہو چکا تھا۔ مولوی عبدالرحمان صاحب نے محمد بھٹوی کے بڑے بھائی نور احمد کو کہا کہ حسین خانوالہ چک نمبر ۹ ضلع قصور حافظ اسحاق حسینی کے گاؤں میں حافظ بشیر احمد صاحب ہیں، جو بڑی محنت سے قرآن پاک یاد کرواتے ہیں۔ نور احمد نے کہا:

بھٹے محبت ضلع اوکاڑا کا مشہور گاؤں ہے جس میں مختلف پانچ برادریاں آباد ہیں۔ جبکہ سب ہی اراکین ہیں۔ ان میں ہر برادری کسی نہ کسی نام (گوت) سے معروف ہے۔ ان میں ایک برادری جتالہ بھی ہے۔ اس برادری میں سب سے پہلے دین کا علم حاصل کرنے والے حافظ کرم دین رحمہ اللہ تھے۔ ان کے بعد مولوی چراغ دین رحمہ اللہ اور تیسرے مولوی عبدالرحمان رحمہ اللہ تھے۔ انھوں نے حافظ کرم دین رحمہ اللہ کے ذریعے ہی علم دین حاصل کیا۔

ان کے بعد اسی برادری میں دین کا علم حاصل کرنے والے حافظ محمد بن حسین رحمہ اللہ ہیں۔ جن کی محنت، دین سے محبت اور علم دوستی کی وجہ سے اس وقت پورے ملک میں علماء بھٹے محبت (بھٹوی علماء) مسلک اہل حدیث کی پہچان ہیں۔ حافظ موصوف نے بلا امتیاز اپنے بیگانے، چھوٹے بڑے، امیر غریب ہر ایک کو دعوت دین دی اور خصوصاً علم دین کی دعوت ہی نہیں دی بلکہ دامنِ درمے قدمے سخنے ہر طریقہ سے کوشش کی۔ بھٹے محبت کے اکثر بریلوی حنفی پیر پرست خاندانوں کے بچے صرف عالم دین ہی نہیں ہیں بلکہ ان کے خاندان بھی اللہ کے فضل سے مسلک اہل حدیث قبول کر چکے ہیں۔ اور خوشی کی بات یہ ہے کہ حافظ صاحب کی ذات کسی دور میں بھی باوجود اہل حدیث ہونے کے متنازعہ شخصیت نہیں رہی۔ اور آج بھی لوگ ان کا نام بڑے احترام کے ساتھ لیتے ہیں۔ مگر موصوف نے دین کے بارے میں کبھی بھی مداخلت سے کام نہیں لیا۔ اور اس بات کا اندازہ آپ کو ان شاء اللہ ان کے حالات زندگی سے بخوبی ہو جائے گی۔

پیدائش:

حافظ محمد بھٹوی رحمہ اللہ حسین بن اسماعیل رحمہ اللہ کے گھر ۱۹۱۰ء کو بھٹے



عبدالجبار رحمہ اللہ غزنوی فوت ہو چکے تھے۔ مولانا احمد علی رحمہ اللہ جماعت کراتے تھے۔ اور مولانا مہر دین رحمہ اللہ حدیث کے استاد تھے۔ حافظ محمد بھٹوی رحمہ اللہ نے مولانا عبدالمجید دیناگری رحمہ اللہ سے صرف بھائی پڑھی۔ ۶، ۵ ماہ مدرسہ غزنویہ میں پڑھنے کے بعد کسی وجہ سے وہاں جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ تو اچانک مولانا محمد داود رحمہ اللہ غزنوی مہتمم مدرسہ سے ملاقات ہو گئی۔ انھوں نے حافظ محمد بھٹوی رحمہ اللہ کو دوبارہ وہاں رہنے پر قائل کر لیا۔

رمضان المبارک قریب تھا، ہوشیار پور کا ایک پٹواری بھٹہ محبت میں ڈیوٹی کر کے گیا تھا، اس سے تعارف ہو گیا۔ اس نے حافظ محمد بھٹوی رحمہ اللہ کو اپنے گاؤں تلوڈی میں نماز تراویح پڑھانے کی دعوت دی جو آپ نے قبول کر لی، چنانچہ رمضان المبارک میں آپ نے وہاں قرآن پاک سنایا۔ مرکز الاسلام لکھنوی میں داخلہ:

رمضان المبارک کے بعد مرکز الاسلام لکھنوی میں داخلہ لیا اور صرف کی ساری کتب صرف میر، زراذی، فضول اکبری، شافیہ وغیرہ صرف کے امام مولانا عطاء اللہ لکھنوی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ بلوغ المرام مولانا محمد یوسف زریوی کے بیٹے اول علی سے پڑھی۔ مشکاة مولانا عطاء اللہ رحمہ اللہ لکھنوی سے اس طرح پڑھی کہ ”أشعة اللمعات“، جو مشکاة المصابیح کی فارسی زبان میں شرح اور ترجمہ ہے، سے خود ہی مطالعہ کر کے ایک ورق ہر روز استاد محترم کو سنا دیتے۔ اس طرح مشکاة مع شرحه أشعة اللمعات مکمل کی۔ اسی دوران ابن ماجہ اور دوسرے اسباق میں بھی شرکت کرتے رہے۔ یہ دورانیہ تقریباً تین سال کا تھا۔

مرکز الاسلام کے مہتمم اس وقت مولانا محمد حسین بن حافظ محمد لکھنوی رحمہ اللہ تھے جو بہت ضعیف ہو چکے تھے مگر حافظ اس عمر میں بھی بقول حافظ محمد بھٹوی رحمہ اللہ بلا کا تھا۔ گویا حافظ محمد بھٹوی مولانا محمد حسین لکھنوی رحمہ اللہ کی زیارت سے مشرف تھے۔ مولانا محی الدین اور مولانا

ان کو جہاں مناسب سمجھیں داخل کروا دیں اور پڑھائیں۔ لہذا محمد بھٹوی کو حسین خانوالہ میں حفظ القرآن کے لیے داخل کرا دیا گیا۔ یہ بات تقریباً ۱۹۲۰ء کی ہوگی۔ دوران حفظ حافظ اسحاق حسینوی کے گھر کھانا کھاتے تھے۔

پھر وہاں پورا قرآن پاک حفظ کیا اور فرمایا کرتے تھے کہ جب میرا قرآن پاک مکمل حفظ ہوا تو گھر والوں نے بڑی خوشی کی اور دیگ پکا کر تقسیم کی۔

جامعہ فریدیہ قصور میں داخلہ:

دوران حفظ ایک سکول ٹیچر محمد رفیق کھیم کرنی سکول کے بچوں کو مسجد میں باجماعت نماز پڑھانے کے لیے لایا کرتے تھے۔ ان کا ایک بھائی حاجی فرید صاحب کے مدرسہ فریدیہ قصور میں پڑھایا کرتا تھا۔ یہ مدرسہ جامع مسجد فریدیہ اہل حدیث قصور کے ساتھ ملحق تھا۔ حاجی فرید الدین رحمہ اللہ والی مدرسہ مسجد کے بانی و متولی تھے اور اس کے ساتھ ہی ان کا ایک بہت بڑا روٹی کا کارخانہ تھا۔

محمد بھٹوی جواب حافظ ہو چکے تھے۔ ماسٹر رفیق سے ان کے بھائی کے نام رقعہ لے کر قصور پہنچے اور جامعہ فریدیہ میں داخل ہو گئے۔ اس جامعہ میں فاضل عربی، فاضل فارسی کا پورا نصاب پڑھایا جاتا تھا اور طلباء کے لیے کھانے کے علاوہ لباس وغیرہ کی سہولت بھی میسر تھی۔ اور پھر خلیفہ عماد الدین کی فارسی کتب پڑھیں۔ آپ کا شمار سکول کے لائق طلباء میں ہوتا تھا۔ دوسرے سال گلستان سعدی، ابواب الصرف وغیرہ کتب شروع ہوئیں۔ حافظ صاحب کا فرمان تھا کہ ابواب الصرف کا پہلا باب ہم تین لڑکوں حافظ عبدالسبحان، صوفی عطاء الرحمان اور حافظ محمد بھٹوی نے ایک ہی دن میں یاد کر لیا اور پھر قاضی حمید اللہ صاحب سیالکوٹی نے اسی دن پہلے باب کا ترجمہ بھی یاد کرا دیا۔ جب کہ باقی لڑکوں نے ایک باب کو ۱۸، ۱۷ دن میں یاد کیا۔ حافظ صاحب نے دو سال قصور میں قیام کیا۔

جامعہ غزنویہ امرتسر میں:

جامعہ فریدیہ سے چھوڑ کر مدرسہ غزنویہ امرتسر چلے گئے۔ مولانا

یہاں آپ رحمہ اللہ حافظ محمد اسحاق حسینی، حافظ عبد اللہ صاحب  
بڈھیمالوی اور مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی معیت میں  
تین سال قیام پذیر رہے۔  
تدریس و امامت کی خدمات:

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے بڑے بھائی حافظ محمد  
عبد اللہ بھوجیانی رحمہ اللہ کا فیروز وٹواں ضلع شیخوپورہ میں آنا جانا تھا۔  
انہوں نے وہاں کی جماعت سے رمضان المبارک میں قرآن پاک  
نماز تراویح میں سنانے کے بات کی تو وہ کہنے لگے کہ حافظ محمد  
بھٹوی رحمہ اللہ کو ہمارے پاس بھیج دیجیے اور وہ یہاں مدرسہ بنا کر مستقل  
کام کریں، ہم ایک سال کی تنخواہ پیشگی رمضان المبارک میں ان کو  
دے دیں گے۔ ان کے کہنے پر حافظ محمد بھٹوی رحمہ اللہ نے وہاں پڑھانا  
شروع کر دیا اور کافی لڑکے پڑھنے کے لیے جمع ہو گئے، ان میں مولوی  
عبدالرحمان رحمہ اللہ کے بیٹے حافظ عبدالرشید بھٹوی بھی شامل تھے۔ کچھ  
لڑکوں نے ترمذی، ابوداؤد پڑھیں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد حافظ محمد  
بھٹوی رحمہ اللہ اپنے گاؤں بھٹہ محبت آ گئے۔

بعد ازاں امیر المجاہدین حضرت صوفی محمد عبد اللہ کے حکم پر  
اوڈانوالہ مدرسہ تعلیم الاسلام تشریف لے گئے۔

امیر المجاہدین صوفی محمد عبد اللہ رحمہ اللہ آپ اوڈانوالہ بانی جامعہ تعلیم  
الاسلام ماموں کا نجی ضلع فیصل آباد جماعت اہل حدیث کی جانی  
پچانی معروف شخصیت، ولی اللہ اور مستجاب الدعوات تھے۔ صوفی  
صاحب رحمہ اللہ مدرسے کے اخراجات پورے کرنے کے لیے مختلف  
دیہاتوں میں جایا کرتے اور واپس تشریف لاتے تو حافظ محمد بھٹوی رحمہ اللہ  
سے مشاکاة المصاحف کا سبق بھی پڑھتے۔

حافظ محمد بھٹوی رحمہ اللہ نے کچھ عرصہ وہاں پڑھایا اور پھر اس عزم کے  
ساتھ وہاں سے لکھوکی آ گئے کہ اب طب پڑھ کر اپنا کاروبار کرتے  
ہوئے دین کی خدمت کریں گے۔

اوڈانوالہ سے لکھوکی:

سائیکل پاس تھا۔ اس پر سوار ہو کر لکھوکی پہنچ گئے۔ مولوی محمد

معین الدین لکھوکی رحمہ اللہ اس وقت سکول پڑھا کرتے تھے۔ اور مولانا  
عطاء اللہ لکھوکی رحمہ اللہ کے بیٹے مولانا عبدالرحمان رحمہ اللہ لکھوکی کا ناظرہ  
قرآن پاک حافظ محمد بھٹوی سنا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے حافظ محمد  
بھٹوی مولانا عبدالرحمان لکھوکی کے استاد تھے۔

خودداری کا ایک واقعہ:

مرکز الاسلام لکھوکی میں حافظ محمد رحمہ اللہ بھٹوی پر ایسا وقت بھی آیا  
کہ قیمتی، غربت گھر سے دوری شدید سردی کا موسم لیکن پہننے کے لیے  
کرتہ بھی نہ تھا۔ تہمند اور ایک کھسی (دلی سوت کی بنی ہوئی چادر)  
جسم پر لپیٹے رکھتے۔ مگر کسی کو احساس تک نہیں ہونے دیا کہ ان کے  
پاس قمیص نہیں ہے۔ اور اسی طرح پوری سردیاں گزار دیں۔ والدہ  
صاحبہ نے کپاس چن کر خرچنے کے لیے کچھ پیسے بھیجے تو ان سے قمیص  
بنوائی۔ اور بڑی خوشی محسوس کی۔ مگر کسی سے مانگنا تو کجا بتانا بھی گوارہ  
نہیں کیا۔

لکھوکی سے دلی کے لیے رخت سفر:

مرکز الاسلام میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا عطاء اللہ  
حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے حافظ محمد اسحاق حسینی اور حافظ محمد  
بھٹوی کو مشورہ دیا کہ حدیث پڑھنے کے لیے تم دونوں دلی چلے جاؤ،  
چنانچہ مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ کے مشورے سے یہ دونوں دلی پہنچ گئے۔  
اس وقت مدرسہ رحمانیہ میں مسند حدیث پر شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار  
کھنڈیلوی جلوہ افروز تھے، وہاں تفسیر جلالین، جامع ترمذی، صحیح مسلم  
اور صحیح بخاری حضرت کھنڈیلوی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔

دلی سے گوند لاناوالہ:

دلی سے فارغ ہو کر اپنے دوست مولانا عطاء اللہ حنیف  
بھوجیانی رحمہ اللہ، جو ساتھی ہونے کے ساتھ استاد بھی تھے، سے مشورہ کیا  
اور اگلی منزل گوند لاناوالہ ضلع گوجرانوالہ ٹھہری۔ گوند لاناوالہ میں شیخ  
الشیوخ حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ  
کیا۔ مقامات حریری، حماسہ، متنبتی، سراجی اور اقلیدس پڑھیں۔

جانب مغرب تقریباً ۳۴ کلومیٹر کے فاصلے پر بہرکھائی نامی گاؤں ہے، وہاں کے مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ، دلی اور لکھنوی میں حافظ موصوف کے ساتھ پڑھتے رہے تھے۔ رہائش اور کھانے کا بندوبست وہاں ہو گیا۔ سائیکل پر ہر روز شام کو وہاں چلے جاتے اور صبح ڈاکٹر صاحب کے پاس آ جاتے۔ کھد کی شلوار قمیص، پرانی سائیکل۔ سادہ سانو جوان، کوئی پہچانتا نہ تھا کہ یہ عالم دین ہے۔ گہلن ہٹھاڑ کے حکیم عبدالقادر کو جو ڈاکٹر صاحب کے پاس اکثر آیا کرتے تھے، معلوم ہوا کہ یہ لڑکا حافظ قرآن اور عالم دین ہے۔ اور ہر روز ۳۴ کلومیٹر کا سفر صرف کھانے اور رہائش کے لیے کرتا ہے۔ تو انھوں نے ڈاکٹر صاحب اور صوفی دین محمد رحمہ اللہ سے بات کی۔ اور صوفی صاحب نے اپنے مکان میں رہائش دے دی اور ڈاکٹر صاحب نے کھانے کی ذمہ داری اٹھالی۔ اب صوفی صاحب کا بیٹا شا کر اور آپ اکٹھے رہتے اور اکٹھے پڑھتے۔ ساتھ میں انگلش بھی پڑھتے رہے حتیٰ کہ انگریزی نسخے وغیرہ پڑھنے لکھنے میں مہارت ہو گئی۔

ڈیڑھ سال کے بعد ڈاکٹر صاحب کا تبادلہ ہو گیا اور وہ ہڈیارہ (برکی) چلے گئے۔ کچھ دنوں بعد ڈاکٹر صاحب کسی مقدمہ کی پیروی میں ”چونیاں“ تاریخ پر آئے تو حافظ صاحب اور شا کر صاحب ملاقات کے لیے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہڈیارہ آنے کی دعوت دی تو حافظ اور شا کر صاحب ڈاکٹر صاحب کے پاس چلے گئے۔ اب ڈاکٹر صاحب کے پاس کھانا کھاتے اور سارا دن مریضوں کا علاج معالجہ، مرہم پٹی وغیرہ کرتے اور کچھ دینی کتابیں شا کر صاحب وغیرہ نے حافظ صاحب سے پڑھنی شروع کر دیں۔

#### مراجعة بھٹہ محبت:

کچھ عرصہ بعد واپسی کا پروگرام بنایا، ڈاکٹر صاحب سے اجازت لی۔ ان کے کمپاؤڈر کو ساتھ لے کر لاہور، بلی رام کی دکان سے میڈیکل کا سامان خریدا اور بھٹہ محبت میں آ کر ڈسپنری کھول لی۔ گویا حافظ محمد رحمہ اللہ بھٹوی جس عزم کے ساتھ نکلے تھے اس کو مکمل کر کے

حسین رحمہ اللہ لکھنوی کے بیٹے حکیم بشیر احمد رینالہ خورد والوں کے والد صاحب ایک اچھے حکیم اور عالم دین تھے۔ ان سے ملے اور اپنا مدعا پیش کیا۔ وہ فرمانے لگے: ”مرکز الاسلام مدرسہ میں کھانے کا بندوبست کر لیں اور میرے پاس کام کریں اور طبابت بھی سیکھیں۔“ مگر یہ بات حافظ موصوف کے ضمیر نے گوارا نہ کی کہ سارا دن کام ان کی دکان پر کروں اور کھانا مدرسہ سے کھاؤں۔ اپنی سواری تو پاس ہی تھی۔ وہاں سے چلے اور چھینیاں والی گاؤں صوفی کمال دین رحمہ اللہ کے پاس آ گئے۔ صوفی صاحب موصوف ولی کامل، بزرگ عالم دین عامل قرآن و سنت تھے۔ (راقم کے والد محترم بھی ان کے مرید تھے) وہاں رہ کر مدارج السالکین (حافظ ابن قیم) کا مطالعہ کیا۔ ۱۵، ۲۰ دن وہاں ٹھہرے۔ وہاں سے چلے اور کوٹ کپورہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجپانی رحمہ اللہ کے پاس پہنچ گئے۔

#### گہلن ہٹھاڑ میں آمد:

گہلن ہٹھاڑ ضلع قصور میں حافظ موصوف کے ایک دوست دین محمد (جو کہ مولانا محمد امین اور حافظ محمد شریف اشرف نمائندہ روزنامہ جنگ و صدر پولیس کلب چونیاں کے والد محترم تھے) رہتے تھے، ان کے پاس آئے۔ گہلن ہٹھاڑ میں ایک مسجد کے خطیب مولانا صوفی دین محمد رحمہ اللہ محدث پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے شاگرد اور مستند حکیم بھی تھے، ان کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کہ ان کے دو بیٹے ڈاکر اور شا کر گورنمنٹ ہسپتال کے ڈاکٹر کے پاس کمپاؤڈر ہیں اور اس علم کی باقاعدہ کتابیں بھی پڑھتے ہیں۔ یہ معلومات لے کر حافظ محمد بھٹوی رحمہ اللہ نے فجر کی نماز صوفی دین محمد رحمہ اللہ کے پیچھے پڑھی۔ نماز کے بعد تعارف ہوا اور حافظ صاحب نے اپنا مدعا پیش کیا تو فرمانے لگے: ”ڈاکٹر صاحب سے سفارش تو کروں گا، مان بھی جائیں گے مگر کھانے اور رہائش کا کیا بندوبست ہوگا؟“ حافظ موصوف فرمانے لگے: یہ انتظام میں خود کر لوں گا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب تک رسائی ہو گئی۔ رہائش اور کھانے کے لیے گہلن ہٹھاڑ سے

واپس لوٹے۔ ۵، ۶ ماہ بھٹ محبت میں کام کیا۔ پھر اپنے بڑے بھائی نور احمد رحمہ اللہ کے کہنے پر ڈسپنری چھوڑ کر چک نمبر ۱۵ بلوچاں والا ضلع اوکاڑہ (قاری یحییٰ رسول نگری کا آبائی گاؤں) میں پڑھانے کے لیے چلے گئے۔ چک نمبر ۱۵ میں ڈاکٹر شا کر کے ساتھ مل کر ڈاکٹری کی دکان شروع کر دی۔ انھی دنوں حافظ صاحب کی شادی ہو گئی اور آپ کے ساتھی شا کرنے منشی فاضل کر لیا اور پتوکی جا کر گورنمنٹ سکول میں ٹیچر مقرر ہو گئے۔ پھر حافظ صاحب عمر بھر پتوکی ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے کہ دوستوں کو ملنا یہ ان کا بہت بڑا وصف تھا۔

چک نمبر ۱۵ سے میر محمد آمد:

میر محمد نزد درجہ جنگ ضلع تصور کا ایک مشہور گاؤں ہے۔ مسلک اہل حدیث کے نامور عالم باعمل ولی کامل منبع اسلام حافظ محمد یحییٰ میر محمدی رحمہ اللہ کی وجہ سے یہ گاؤں پوری دنیا میں متعارف ہے۔ یہاں ایک بزرگ عالم دین مولانا عبدالحق صاحب (قاری عزیر صاحب کے والد) خطیب تھے۔ انھوں نے وہاں سے چھوڑ دیا۔ جماعت والوں نے مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب کو کہا ہمیں خطیب و مدرس چاہیے۔ مگر شرط یہ ہے کہ تنخواہ مقرر نہیں دے سکتے۔ جو خدمت ہو سکی کریں گے۔ بھوجیانی رحمہ اللہ نے ان کو حافظ محمد رحمہ اللہ بھٹوی کے پاس بھیج دیا کہ اس شرط پر وہی پورا اتر سکتے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے پیغام پر حافظ محمد رحمہ اللہ بھٹوی چک نمبر ۱۵ سے چھوڑ کر بہ طور مدرس و خطیب میر محمد میں آ گئے اور خطبہ کے ساتھ پڑھانا بھی شروع کر دیا۔ حافظ محمد یحییٰ صاحب میر محمدی رحمہ اللہ چھٹی کلاس سکول پڑھتے تھے کہ چھوڑ کر مدرسہ میں ابتدائی کتب درس نظامی، ابواب الصرف وغیرہ حافظ محمد رحمہ اللہ بھٹوی سے پڑھنا شروع کیں۔ اسی طرح قاری محمد ابراہیم اینڈ برادرز کے والد محترم اور دیگر بہت سے اس دور کے نوجوان حافظ صاحب سے پڑھنے لگے۔ اس دوران آپ کے ہاں دو تین بچے پیدا ہوئے اور فوت ہو گئے۔ ایک بیٹی زندہ رہی (طاہرہ، طیب، سعید، طیب کی والدہ)

میاں باقر رحمہ اللہ جماعت اہل حدیث کے معروف عالم باعمل ولی کامل یادگار سلف بزرگ تھے۔ اپنے گاؤں جھوک دادو طور اس نزد تاندلہ منڈی ضلع فیصل آباد خادم القرآن کے نام سے مدرسہ شروع کیا تو حافظ محمد رحمہ اللہ بھٹوی کو بہ طور سینئر استاد درس نظامی وہاں لے گئے۔ اس وقت حافظ موصوف کے پاس زیر تعلیم یہ شاگرد تھے۔ مولانا حافظ عبدالغفور جہلم والے، مولانا محمد حسین طور، مولانا عتیق الدین، میاں باقر، مناظر اسلام، مولانا محمد صدیق کرپالوی رحمہ اللہ فیصل آباد حافظ محمد رحمہ اللہ بھٹوی سے رشیدیہ، ہدایہ، قطبی وغیرہ پڑھتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد حافظ صاحب اپنے گاؤں کے قریب دارالعلوم ڈھلیانہ ضلع اوکاڑہ تشریف لے گئے۔ اور رہائش چک نمبر ۴ جی ڈی ضلع اوکاڑہ میں رکھی۔

مدرسہ ڈھلیانہ میں کھانے کا بندوبست:

جب حافظ محمد رحمہ اللہ بھٹوی ڈھلیانہ مدرسہ میں پڑھانے کے لیے تشریف لائے تو مدرسہ میں طلباء کے کھانے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ طلباء قرب و جوار کے دیہات سے کھانا لے کر آتے یا وہاں جا کر کھاتے۔ جس کی وجہ سے کئی طلباء دل برداشتہ ہو کر مدرسہ چھوڑ جاتے۔ حافظ صاحب نے یہاں آنے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ مہتمم مدرسہ حاجی قطب دین رحمہ اللہ اور مدرسہ کے سرگرم منتظم میاں محمد والد گرامی حافظ عبدالرزاق صاحب سے مشورہ کر کے علاقے کے زمینداروں سے رابطہ کر کے غلہ اکٹھا کیا اور کھانا پکانے کا مدرسہ میں انتظام کیا جو اللہ کے فضل سے آج تک جاری و ساری ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق ((عمل صالح ینتفع به)) کے مصداق یہ صدقہ جاریہ حافظ صاحب کے نامہ اعمال میں قیامت تک جاری رہے گا۔ آپ نے زندگی کا ایک لمبا عرصہ دارالعلوم ڈھلیانہ میں بہ طور صدر مدرس گزارا۔

دارالحدیث اوکاڑہ میں تقرری:

۱۹۶۰ء شروع سال حافظ محمد رحمہ اللہ بھٹوی دارالحدیث اوکاڑہ چلے آئے۔ اس وقت دارالحدیث قاضی رمضان صاحب والی مسجد میں ہوا

شیخ الحدیث تھے تاکہ وہ ان سے استفادہ کر سکیں۔  
مرکزی جمعیت اہل حدیث لاہور کی طرف سے گہلن ہٹھاڑ ضلع  
قصور میں ایک مرکزی مدرسہ بنام ضیاء الاسلام کا اجراء کیا گیا جو کہ  
مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے امیر مولانا محمد اسماعیل سلفی اور  
قائم مقام ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحاق رحمانی کی مشاورت سے قائم کیا  
گیا۔ اس مدرسہ کے پہلے صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے لیے حافظ  
محمد رحمہ اللہ بھٹوی کا انتخاب کیا گیا اور حضرت حافظ صاحب کو ضیاء  
الاسلام گہلن ہٹھاڑ بلا لیا گیا اور پہلے سال ہی ۶ لڑکے بخاری شریف  
کے لیے آگئے۔ اور سال کے آخر پر تقریب بخاری بڑی شان و شوکت  
سے منعقد کی گئی۔ (جاری ہے)

کرتا تھا اور وہاں کے شیخ الحدیث و صدر مدرس مولانا عبد الجبار رحمہ اللہ  
کھنڈیلوی تھے۔ کھنڈیلوی کے بعد بہ طور صدر مدرس و شیخ الحدیث کئی  
سال حافظ موصوف دارالحدیث میں رہے۔ اور اسی دوران دارالحدیث  
اپنی نئی عمارت نہر کنارے ضلع کچہری کے پاس منتقل ہو گیا۔  
جامعہ سلفیہ فیصل آباد:

کچھ عرصہ کے لیے آپ کو مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی  
پاکستان کے مرکزی ادارہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے لیے بلا لیا گیا۔  
آپ نے اس دوران رہائش بھٹہ محبت میں رکھی اور خود فیصل آباد  
آگئے۔ تاہم اپنے بیٹے عبدالسلام کو اپنے ساتھ ہی جامعہ سلفیہ فیصل  
آباد لے گئے کہ اس وقت حضرت حافظ محمد رحمہ اللہ محدث گوندلوی وہاں

### بقیہ: امام ابوالقاسم الفزازی رحمہ اللہ محدث

”فرمان رسول ہے کہ میں تم میں دو حکم چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ تعالیٰ  
کی کتاب، اور میری سنت۔“

انھوں نے ایک مضمون قرآن و حدیث ۲۴ ستمبر ۱۹۵۵ء کو طوع اسلام کراچی ص: ۱۱ میں لکھا۔ تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی نے لکھا ہے کہ  
حضرت ابوبکر صدیق رحمہ اللہ نے ایک مجموعہ تقریباً پانچ سو حدیثوں کا لکھ رکھا تھا۔ ایک رات اس کے متعلق نہایت تردد و مضطرب ہوئے۔ آخر صبح  
کے وقت اس کو آگ میں جلا دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ بات کس حد تک صحیح ہے۔

امام ذہبی نے یہ واقعہ لکھ کر آخر میں فیصلہ لکھا ہے کہ فیصلہ یہ ہے کہ  
”فہذا لا یصح واللہ اعلم۔“ (تذکرہ: ۵/۱ عربی)

مگر یہ واقعہ صحیح نہیں۔ (مترجم: ۲۹/۱ یہ اسلام حیران پوری نے نہیں لکھا)  
یہ ہے اپنے آپ کو اہل قرآن کہلانے والوں کی حرکت قبیح۔

تو ثابت ہوا کہ جس زبان مبارک سے قرآن مجید نکلا اسی سے حدیث رسول۔ ان دونوں میں سے کسی کا انکار ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔  
مسلمانوں میں عزت و وقار کی دولت صرف کتاب و سنت پر عمل کرنے میں تھی جب مسلمانوں نے اس کو ترک کر دیا تو یہ زوال کا شکار ہو گئے۔  
مولانا امام محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے ایک موقع پر اپنے پرچہ اشاعت السنہ میں لکھا ہے:

”تمیز سلطنت اسلامیہ میں تو اسی وقت شروع ہوا ہے جب کہ ملوک اسلام نے احکام معاشرت متعلقہ سیاست و خلافت میں شریعت  
کی اتباع چھوڑ دی۔ جب کسی اسلامی سلطنت کو تنزل ہوا تو امور سلطنت میں احکام شریعت کی مخالفت سے ہوا اور جب ترقی ہوئی  
موافقت احکام شریعت سے ہوئی۔“ (اشاعت السنہ: ۲۱/۳۹-۳۷)



## موبائل فون؛ آداب اور تقاضے

قاری محمد حسن سلفی، ضلع وہاڑی

دیگر مشغلے ہوں۔

معزز والدین! کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بچوں نے جو وقت کتابیں اور اسباق کو یاد کرنے پر لگانا تھا وہ موبائل پر چیٹنگ کرنے، فحاشی و عریانی پر برا بھینٹہ کرنے والے فلمی گانے سن کر اپنا وقت ہی ضائع نہیں کر رہے بلکہ ان کے مزاج میں آوارگی کا بیج بویا جا رہا ہے۔ غیر محسوس طریقے سے ان کے کردار کو بگاڑا جا رہا ہے۔ اس لیے طلباء و طالبات کے لیے موبائل کو اگرز ہر قاتل کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کئی لوگ یہ کہہ کر اس بات کو ٹال دیتے ہیں کہ اگر موبائل بیٹے/بیٹی کے پاس ہو تو رابطہ رہتا ہے اگر راستے میں کوئی مشکل ہو جائے تو فوراً رابطہ ہو جاتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔ ہمارے خیالات کمزور ہو گئے ہیں۔ ہم نمود و نمائش کو ترجیح دینے لگے ہیں اور ہم ذہنی طور پر اتنے مرعوب ہو کر رہ گئے ہیں کہ سکول کالج کے دوسرے بچوں اور بچیوں کے پاس موبائل، کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور لیپ ٹاپ ہے تو میرے بچے اس سے کیوں محروم رہیں۔ یوں ہم خود اپنے ہاتھوں سے ان کی تنہائی کا سامان مہیا کر دیتے ہیں۔ بچے ہر وقت فحش میسج پڑھنے اور لمبی لمبی کالز پر زنا و فحاشی کی گفتگو کر کے اپنی عزت و آبرو کو خاک میں ملانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور والدین دیکھ کر خوش ہو رہے ہوتے ہیں۔

②..... موبائل فون شادی شدہ اور کاروباری حضرات کے لیے نسبتاً مفید چیز ہے۔ موبائل فون استعمال کرنے والے بھی توجہ کریں کہ جب ہم کسی کا نمبر ملاتے ہیں تو سب سے پہلے ہیلو ہیلو نہیں بلکہ نہایت مؤدب طریقے سے السلام علیکم کہنا چاہیے۔ پھر اپنا نام بتائیے اور مخاطب کا نام پوچھیے اپنا مدعا اور مقصد نہایت شائستہ اور سلیقے والے

دور حاضر میں نئی نئی ایجادات آئے روز سامنے آرہی ہیں۔ خصوصاً کمپیوٹر اور موبائل دور حاضر کی دو بڑی انگیز ایجادات ہیں۔ ان دو چیزوں نے پوری دنیا کو گلوبل ویلج کی طرح، ہاتھ کی ہتھیلی پر موجود چیز کی طرح سامنے کر دیا ہے۔ ہر جگہ ہر وقت دنیا کے کسی بھی کونے میں پیغام رسانی اب چند منٹوں میں ہونے لگی ہے۔ ان کے فوائد بلاشبہ بہت زیادہ ہیں اور فی الحقیقت ہم پر یہ اللہ رب العزت کی دو بڑی نعمتیں ہیں۔ پہلے پہل تو کسی کی وفات یا خوشی کی خبر دوسرے شہر پہنچانے کے لیے مہینوں کا وقت لگتا تھا یوں لوگ اپنے پیاروں کی آخری زیارت سے اور خوشی کے لمحات میں شرکت سے معذور ہو کے رہ جاتے تھے۔ ان دو بڑی نعمتوں کے ملنے پر ہمیں اللہ رب العزت کا شکر گزار ہونا چاہیے اور اصل شکرگزاری صرف یہ ہے کہ اس نعمت کا صحیح استعمال کیا جائے۔ موبائل فون اور کمپیوٹر کا غلط استعمال بہت بڑھ گیا ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں کفر و الحاد، بے راہ روی، فحاشی و بدکاری اور گناؤں نے شرمناک جرائم کی تعداد میں بہت اضافہ ہو رہا ہے۔ موبائل فون کے کچھ آداب اور شرعی تقاضے بھی ہیں جن سے اکثر لوگ آشنا ہونے کے باوجود جاہلوں والے اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں۔ موبائل فون کے آداب و تقاضوں کے حوالے سے چند معروضات پیش خدمت ہیں:

①..... طلباء و طالبات و دیگر چھوٹے بچوں اور خصوصاً نئے نئے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے والے بچوں اور بچیوں کو موبائل استعمال کرنے کی اجازت دینا بلکہ مستقل استعمال کے لیے لے کر دینا کسی صورت بھی مناسب نہیں۔ اس وقت زیادہ فروخت ان موبائل سیٹوں کی ہو رہی ہے جن میں میموری کارڈ، کیمرہ، آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ اور



آواز عبادت کا نہ صرف مقصد ضائع کر دیتی ہے بلکہ دوسرے لوگوں کی اذیت کا سبب بھی بنتی ہے اور مساجد میں گانے کی آواز بجانایا موبائل پر دنیا کی باتیں، کاروبار کی باتیں کرنا کسی صورت بھی درست نہیں۔

۵..... محافل و مجالس میں استعمال کا طریقہ: آپ کسی بھی محفل و مجلس میں ہیں عموماً کسی کی وفات پر افسوس کے لیے لوگ جمع ہیں، آپ تعزیت کے لیے گئے ہیں یا کوئی خوشی کا موقع ہے، خاندان کے دوسرے سارے لوگ جمع ہیں تو آپ کا موبائل اور اس کی زوردار آواز کیا لوگوں کی تکلیف کا سبب تو نہیں بنتی؟ کیا لوگ اس سے نفرت نہیں کرتے؟ کیا لوگوں کو برا نہیں لگتا؟ ایسے مقامات پر موبائل کو واہبریشن پر کر لیں، کال آنے پر اٹھ کر باہر جائیں اور آہستہ آواز میں بات کر کے واپس آ جائیں۔

۶..... دوران سفر: اگر آپ گاڑی یا موٹر سائیکل خود چلا رہے ہیں تو دوران ڈرائیونگ کسی صورت بھی موبائل کا استعمال نہ کریں۔ کئی حادثات اسی وجہ سے ہوتے ہیں ہم پھر بھی اس کا ارتکاب کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

اگر آپ کسی نجی بس میں سفر کر رہے ہیں تو موبائل کی آواز بند رکھیں۔ بس کے سناٹے میں لوگ آرام کر رہے ہوتے ہیں کہیں آپ کا موبائل کسی کی بے آرامی کا سبب نہ بن جائے۔

۷..... غلط نمبر ملانا: اگر آپ جان بوجھ کر کسی کا نمبر ملا کر کسی کو تنگ کر رہے ہیں تو بھی آپ کا عمل غیر شرعی ہے، اور اپنے دوستوں کو بلا وجہ مس کال کرنا، بلا وجہ میسج کرنا آپ کی شخصیت کی عظمت، کردار کو گرانے کا موجب ہے۔

ہماری موبائل کمپنیوں نے ایسے پیکیج نکال رکھے ہیں کہ جن سے زیادہ تر نوجوان طبقہ بے ہودگی کا شکار ہو کر اخلاقی پستی میں گرتا جا رہا ہے۔ فحش میسج آج ایک رواج کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مقدس میں سورۃ النور میں ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے جو لوگوں میں فحاشی و عریانی پھیلاتے ہیں۔

الفاظ میں بیان کر کے موبائل فون بند کر دیجیے۔ بعض لوگ کال کر کے اپنے مخاطب کو اصرار کرتے ہیں کہ اپنا نام بتاؤ مجھے پہچانو میں کون ہوں؟ آپ مجھے بھول گئے ہیں؟ اس قسم کی باتیں فضولیات سے ہیں پھر کال کرنے سے پہلے وقت کا ضرور لحاظ رکھا جائے۔ نماز عشاء کے بعد جس طرح بلا اجازت کسی کے گھر جانا شرعی طور پر ممنوع ہے اسی طرح فون کال کرنا بھی کسی طرح درست نہیں۔ ہاں شدید مجبوری اور ہنگامی حالات میں مختصر پیغام دینا الگ بات ہے۔ اسی طرح نماز فجر سے پہلے اور نماز ظہر کے بعد بھی جو کہ آرام کے اوقات ہیں۔ نماز کے اوقات کا بھی خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ ان اوقات میں بلا اجازت کسی کے گھر جانا بھی ممنوع ہے۔

۸..... فون پر مذاق کرنا: یہ ایسا قبیح عمل ہے کہ ہم اس کے نقصانات کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ فون پر بات کہنے والا کسی اور انداز میں بات کر رہا ہوتا ہے اور سننے والے اسے کسی اور پس منظر میں لیتا ہے جس سے معاشرے اور خاندانوں میں کئی الجھاؤ پیدا ہوتے ہیں اور معاملات نفرت اور لڑائی کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ موبائل پر اپنے تلی الفاظ میں مہذب گفتگو کرنی چاہیے نہ کہ لچر اور بے ہودہ گوئی سے اپنا اور مخاطب کا وقت ضائع کیا جائے۔

۹..... مساجد میں موبائل فون کے فسادات: ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسجدیں عبادت الہیہ کے لیے ہیں۔ دنیاوی گفتگو کرنا، اعلان تجارت کرنا، کشدگی کا اعلان کرنا، اونچی آواز میں بولنا سختی سے منع ہے۔ ہم عبادت کے لیے جاتے ہیں لیکن موبائل بھی ساتھ ہوتا ہے۔ اوّلین کوشش تو یہ کرنی چاہیے کہ نماز کے لیے جاتے وقت موبائل گھر میں رکھیں اگر ایسا ممکن نہ ہو تو مسجد کے دروازے پر موبائل فون بند کر دیں اس میں بھی اگر کوئی مشکل ہو تو اسے Silent کر دیں۔ دوران نماز موبائل کو واہبریشن پر لگانا بھی درست نہیں کہ دوران نماز پتا چل جاتا ہے کہ کال آرہی ہے تو نماز میں دھیان ہی نہیں رہتا اور بے چینی کی کیفیت بن جاتی ہے۔ نماز جنازہ اور خطبہ جمعہ اور نماز پنجگانہ میں مساجد میں اتنی زور سے ٹون کی صورت میں بجنے والی گانے کی

یہ تمام تر صورت حال کیا بد اخلاقی، بے مروتی اور بے حمیت نہیں ہے کہ اس موبائل نے مہمان، میزبان، مسجد، خطبہ، اجتماع اور ہر عوامی مقام پر اپنا تسلط جما کر ہمیں ہر چیز سے بیگانہ کر دیا ہے۔ اسے استعمال کیجیے، ضرور کیجیے، لیکن معاشرتی اور دینی اقدار کا خیال رکھیے۔ اس کے ذریعے سے کسی پر الزام لگانا، یارانے پالنا، فحاشی کو عام کرنا، مخاطب سے بد اخلاقی سے بات کرنا، کسی کو دھمکیاں دینا، گالیاں دینا، نامناسب وقت کا ل کرنا، بلاوجہ استعمال کرنا، مساجد میں لے کر جانا اور تمام نمازیوں کا سکون غارت کر دینا کسی صورت بھی مناسب نہیں۔

امید ہے کہ میری ان گزارشات پر قارئین ضرور غور کریں گے۔ اور اپنے گرد و پیش میں موبائل کے آداب اور تقاضوں سے عوام الناس کو آگاہ بھی کریں گے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین .

مندرجہ بالا تمام تر باتیں روزمرہ کے مشاہدے کی صورت میں نوکِ قلم پر آئی ہیں۔ کسی کی دل آزاری مقصود نہیں۔ اصلاحِ احوال کے تناظر میں اگر ان معروضات کو آپ سامنے رکھیں گے تو ان شاء اللہ آپ ایک مہذب اور باوقار انسان ضرور کہلائیں گے۔ ہم اپنے گرد و پیش میں آئے دن موبائل فون کی تباہ کاریاں دیکھ رہے ہیں۔ ہر ایک نو جوان لڑکے لڑکی کے ہاتھ میں ہر وقت موبائل فون کا کیا ”تک“ بنتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ نو جوان مسجد میں بیٹھے بھی موبائل استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اعتکاف میں موبائل ساتھ رکھتے ہیں، ہماری اخلاقی پستی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ آپ کسی کو ملنے گئے ہیں۔ گفتگو کا بھی آغاز ہے تو اگلے صاحب کا فون بج گیا اس نے آپ کی بات ادھوری چھوڑ کر فون پر لمبی بات شروع کر دی اور آپ بیٹھے اس کا منہ دیکھتے رہے کہ موصوف کب موبائل رکھیں گے اور میں اپنی بات مکمل کروں گا۔ دینی مجالس اور اجتماعات بشمول خطبہ جمعہ کے دوران موبائل بجتا ہے اور ہم فوراً اٹھ کر باہر چلے جاتے ہیں۔

## الاعتصام دوسروں تک بھی پہنچائیں

الحمد لله ہفت روزہ الاعتصام لاہور، اپنے سفر کی 65 ویں منزل میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کے مضامین تحقیقی، علمی و فقہی ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر القرآن، درس حدیث، علوم و معارف کے علاوہ بین الاقوامی اور ملکی سیاسی، سماجی مسائل پر بھی ہوتے ہیں۔ الاعتصام جہاں جہاں پہنچ رہا ہے اللہ کے فضل و کرم سے اس کے مضامین کو لوگ ذوق شوق سے خود بھی پڑھتے ہیں اور دوسروں کو بھی یقیناً پڑھاتے ہوں گے۔ ہم قارئین سے التماس کرتے ہیں کہ الاعتصام کی توسیع اشاعت کے لیے تھوڑی تھوڑی کوشش کر کے اپنے دوستوں، اہل علم حضرات و خواتین، مساجد و مدارس کے منتظمین وغیرہم کو ترغیب دلائیں اور اسے جاری کروائیں۔

سالانہ زرتعاون مبلغ پانچ سو روپے ہے۔ ششماہی تین سو روپے ہے۔ بذریعہ مئی آرڈر یا بذریعہ چیک (بغیر کراس) یہ رقم ارسال کی جاسکتی ہے۔ سال میں پچاس شمارے ہوتے ہیں اور سال کے بعد ایک پوری کتاب بن جاتی ہے۔ خطباء حضرات کے لیے ”الاعتصام“ بڑا مدد و معاون ہوتا ہے۔ کئی خطیب حضرات اس کے مضامین سے استفادے کے بعد خطبات جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہیں۔ نیز کتاب و سنت کی صحیح راہنمائی کے لیے بھی اس کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔ قارئین کوشش فرمائیں اور نئے دوستوں کے نام جاری کروائیں۔ امید ہے آپ سب حضرات ادارے کے ساتھ تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ جزاکم اللہ خیراً

(ناظم دفتر ہفت روزہ الاعتصام، ۳۱- شیش محل روڈ، لاہور ۵۴۰۰۰۵)

## انتخاب

قوم کے ہمدرد جاگ اٹھے کہ اُبھرا آفتاب  
 اوڑھ لی ہر راہزن نے رہنمائی کی نقاب  
 انتخاب..... انتخاب اے انتخاب  
 جگمگا اٹھا فقیہ شہر کا مدھم چراغ  
 پیچھے پھرتے ہیں واعظ سینہ ملت کے داغ  
 انتخاب..... انتخاب اے انتخاب  
 اب کئی خدام اس سانچے میں ڈھالے جائیں گے  
 آستین قوم میں کچھ سانپ پالے جائیں گے  
 انتخاب..... انتخاب اے انتخاب  
 راہبر ایسے کہ جیسے اشع و پامرد ہیں  
 جعفر و صادق کے بیٹے قوم کے ہمدرد ہیں  
 انتخاب..... انتخاب اے انتخاب  
 اے غریبو! فصل گل آئی ہے گلشن لوٹ لو  
 پھر کہاں یہ راہنما، ان کے نشیمن لوٹ لو  
 انتخاب..... انتخاب اے انتخاب  
 ان کے دامن پر ہزاروں عصمتوں کا خون ہے  
 ان کے چہرے کی سپیدی زہرگوں مضمون ہے  
 انتخاب..... انتخاب اے انتخاب  
 اے غریبو! اب سنبھل جاؤ خدا کے واسطے  
 ان کے دامن پھاڑ دو، اپنی ردا کے واسطے  
 انتخاب..... انتخاب اے انتخاب

(شورش کاشمیری)